نبیِ کریم ﷺ کے آخری صد ایّام کی

وصیّتیں

تالیف

فضیلۃ الشیخ صالح بن عبد الرحمٰن الحُصیّن رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ الحاج حفظہ اللہ

ترجمہ

...لرحمٰن یوسف مدنی

سابق پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

مکتبہ ابنِ تیمیہ

Marfat.com

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے آخری صد ایام کی

وصیتیں

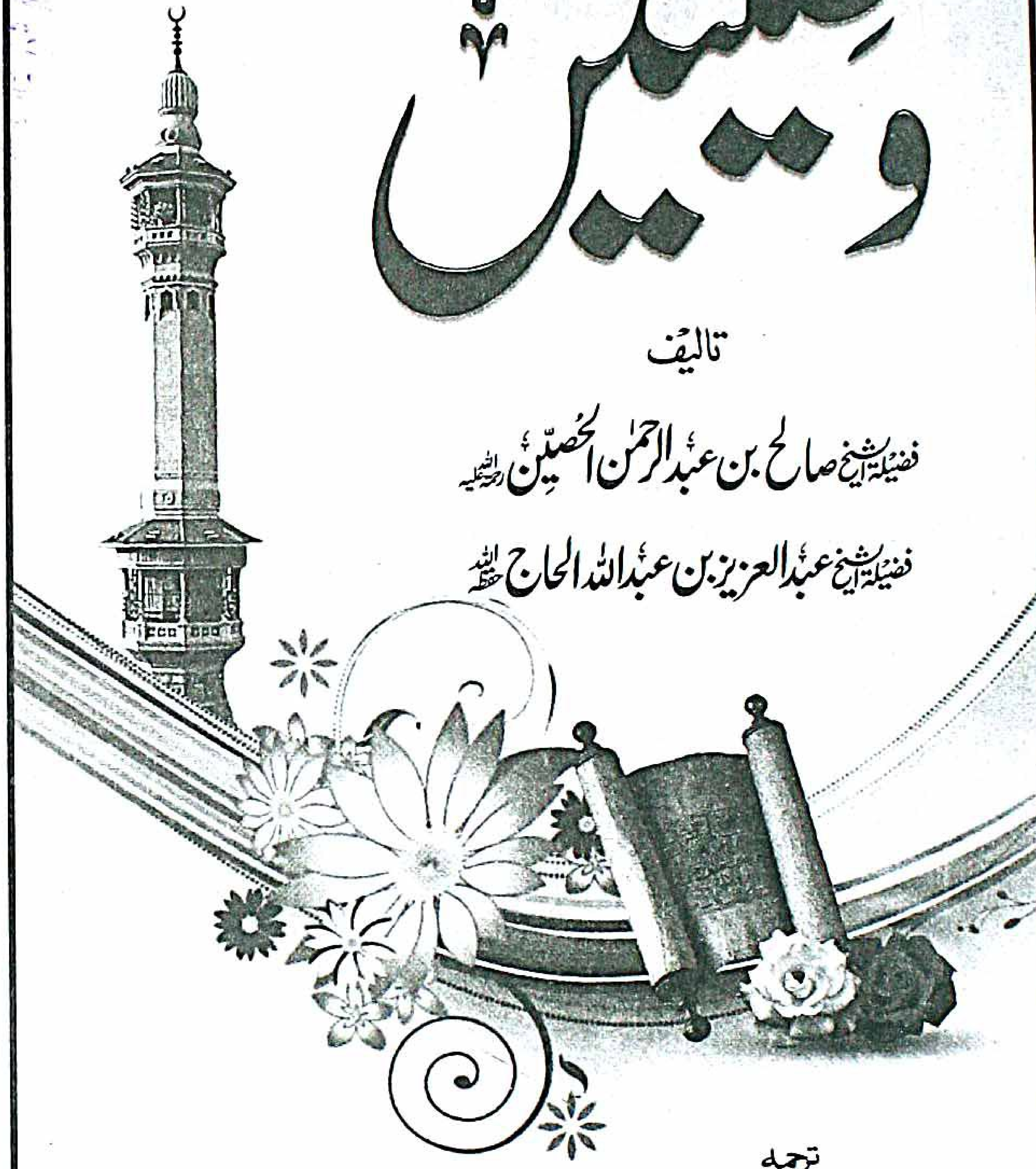

تالیف

فضیلۃ الشیخ صالح بن عبدالرحمٰن الحصین رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الحاج حفظہ اللہ

ترجمہ

ڈاکٹر عبدالرحمٰن یوسف مدنی

سابق پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

مکتبہ ابن تیمیہ

لاہور، پاکستان

DATA ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مکتبہ ابن تیمیہ محفوظ ہیں

نام کتاب نبی کریم ﷺ کے آخری صد ایام کی

وصیتیں

تالیف
فضیلۃ الشیخ صالح بن عبد الرحمن الحصین رحمہ اللہ
فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ الحاج حفظہ اللہ

ترجمہ ڈاکٹر عبد الرحمن یوسف مدنی

297-9921
ص 3 ۵
140033
ت

اشاعت ———— مئی 2017ء
تعداد ———— 600
ناشر ———— محمد رمضان محمدی
0321-4170317

ملنے کے پتے

- اسلامی اکادمی، اردو بازار لاہور
- مکتبہ ابن تیمیہ، لاہور
- مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور
- نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور
- مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور
- کتاب سرائے، اردو بازار لاہور
- جامعہ ستاریہ گلشن اقبال، کراچی
- فضلی سپر مارکیٹ، اردو بازار کراچی
- مکتبہ قرآن وسنت، کراچی

فون: 0301-7985177 , 0304-5050710

Marfat.com

فہرست مضامین

❖ پیش لفظ [مترجم] 11
❖ حیات و خدمات 12
❖ فضیلۃ الشیخ صالح بن عبد الرحمٰن الحصین رحمہ اللہ 12
❖ اندرون ملک اعلیٰ تعلیم 12
❖ عہدے اور منصب 13
❖ تصنیفات 14
❖ نمایاں خوبیاں 15
❖ مشہور علمی مقولہ جات 15
❖ وفات 16
❖ تمہید [مصنف] 17

پہلی وصیت

نماز کی پابندی کرنا

❖ نماز کی پابندی کرنا 21
❖ نماز کی اہمیت 22
❖ نماز کی شرعی حیثیت 24
❖ اوقات نماز 25

Marfat.com

❖ آداب نماز 26

دوسری وصیت

قرآن وسنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونا

❖ قرآن وسنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونا 33
❖ وصیت کی اہمیت 35
❖ قرآن مجید کا مقام عالی شان 38
❖ سنت مطہرہ کا مقام 39
❖ قرآن وسنت کی حفاظت 41
❖ کتاب وسنت پر عمل میں کوتاہی 43

تیسری وصیت

اہل بیت سے محبت کرنا

❖ اہل بیت سے محبت کرنا 47
❖ اہل بیت کون لوگ ہیں؟ 48
❖ اہل بیت کے کچھ فضائل 50
❖ حقوق اہل بیت 52
❖ اہل بیت رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اچھے تعلقات 54
❖ آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی رشتہ داریاں 58
❖ اہل بیت معصوم ہیں نہ صاحب شریعت 61

چوتھی وصیت

انصار سے محبت

❖ انصار سے محبت 65

Marfat.com

- انصار کون ہیں؟ اور انہیں یہ افضلیت کیوں حاصل ہے؟ 68
- انصار کے حقوق 71

پانچویں وصیت

مسلم حکمرانوں کی فرمانبرداری

- مسلم حکمرانوں کی فرمانبرداری 75
- مسلم حکمرانوں کی اطاعت کرنا فرض ہے 76
- حکمرانوں کی اطاعت کس حد تک کی جائے؟ 79
- حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا حرام ہے 81
- حکمرانوں کی خیر خواہی 83

چھٹی وصیت

مسلمان کا احترام

- مسلمان کا احترام 87
- مسلمان کی جان کا تحفظ 88
- مسلمان کی عزت کا تحفظ 89
- مسلمان کے مال و دولت کا تقدس 90

ساتویں وصیت

خواتین سے حسن سلوک

- خواتین سے حسن سلوک 93
- اسلام میں عورت کا مقام 94
- والدہ سے حسن سلوک 94

Marfat.com

- بیوی سے حسن سلوک 96
- بیٹیوں سے حسن سلوک 98

آٹھویں وصیت

ملازموں اور زیر نگرانی افراد سے حسن سلوک

- ملازموں اور زیر نگرانی افراد سے حسن سلوک 101
- خادموں سے حسن سلوک 102
- غلاموں کے حقوق 103

نویں وصیت

امانت کی ادائیگی

- امانت کی ادائیگی 109
- امانت کا اسلامی تصور 109
- امانت کی فضیلت 111
- امانت میں خیانت کرنا منافقوں کی علامت ہے 112

دسویں وصیت

یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالنے کی تلقین

- یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالنے کی تلقین 115

گیارہویں وصیت

شرک اور شرک کے ذرائع سے بچنے کی تلقین

- شرک اور شرک کے ذرائع سے بچنے کی تلقین 121

Marfat.com

- توحید کی اہمیت 122
- شرک کے مختلف راستے 123
- ایک اہم سوال اور اس کا جواب 128
- شرک کی مختلف شکلیں 141
- اہم نکتہ 143

بارہویں وصیت

بدعات سے بچنے کی وصیت

- بدعات سے بچنے کی وصیت 147
- بدعت کی تعریف 148
- بدعت کو پہچاننے کا طریقہ 149
- بدعت کے عام ہونے کی وجوہات 149
- دوسری وجہ خواہشات کی پیروی 151
- تیسری وجہ نامعصوم کی پیروی 151
- چوتھی وجہ نامستند احادیث کو دلیل بنانا 152
- بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم 152
- بدعت کی مثال 154

تیرھویں وصیت

فتنہ قتل وغارت سے بچنے کی تلقین

- فتنہ قتل وغارت سے بچنے کی تلقین 157
- تمہید 157
- ایک تلخ حقیقت 161

Marfat.com

- اسلام روحانی تحفظ بھی فراہم کرتا ہے 162
- دشمن کی چالبازی سے آگاہ رہنا 164

چودھویں وصیت

سود سے بچنے کی وصیت

- سود سے بچنے کی وصیت 167
- سود کا رائج طریقہ 168
- سود کا حکم 168
- سود کے انفرادی اور اجتماعی نقصانات 170
- سود کے نقصانات 171
- سود کو حلال کرنے اور رائج کرنے کی مذموم کوشش 172

پندرھویں وصیت

دین کی تبلیغ

- دین کی تبلیغ 177
- تبلیغ دین کا صحیح مفہوم 178
- دعوت دین کی شرائط 179
- اختتامیہ 181

Marfat.com

پیش لفظ (مترجم)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين؛ أما بعد

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ بمطابق ۲۰۱۲ء میں بندۂ ناچیز کو حرمین شریفین کی زیارت مکرر نصیب ہوئی۔ مناسک عمرہ اور نماز عید الفطر سے فراغت کے بعد امت مسلمہ کی نابغہ روزگار شخصیت فضیلۃ الشیخ صالح بن عبد الرحمٰن الحصین رحمہ اللہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس ملاقات کے دوران مختلف موضوع زیر بحث آئے۔ آخر میں شیخ محترم نے حسب معمول زیر نظر کتاب بطور تحفہ دی۔ ایک نظر دیکھ کر میں نے شیخ محترم رحمہ اللہ کے ساتھ وعدہ کیا کہ اللہ کی توفیق سے اسے اردو قالب دینے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔

یہ مختصر کتاب جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے اسی وعدہ کی وفاء ہے۔ میں اس مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ قارئین خود ہی فرمائیں گے۔

اصل کتاب میں احادیث وآثار کے حوالے نہیں دیے گئے تھے۔ الحمد للہ اس ترجمہ میں ان کے حوالہ جات کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ اس کام میں میرے ہونہار بیٹے حافظ سہیل عبد الرحمٰن (فاضل جامعہ ابوبکر، کراچی) اور جنید عبد الرحمٰن (بی ایس آنرز بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) سلمہما اللہ نے میری بھرپور معاونت کی۔ جہاں میں ان کا شکر گزار ہوں وہاں اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ وہ ان سے اپنے دین کی خدمت کا کام لیتا رہے۔ جناب مولانا محمد رمضان محمدی صاحب اور برادرم ابوحفص محمد حسن خان بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ کمپوزنگ اور پرنٹنگ میں میری معاونت کی۔ جزاهما الله خيراً

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ وہ اس معمولی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے امت مسلمہ کے لیے مفید بنائے اور میرے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔

إنه على ذالك لقدير وبالإجابة جدير

وصلى الله على حبيبه محمد وآله وصحبه أجمعين

(پروفیسر ڈاکٹر) عبد الرحمٰن یوسف مدنی

Marfat.com

حیات و خدمات

فضیلۃ الشیخ صالح بن عبدالرحمٰن الحصین رحمہ اللہ

سعودی عرب میں ''آل حصین'' ایک مشہور و معروف خاندان ہے۔ ان میں ایک شخص شیخ عبدالرحمٰن کے نام سے گزرے ہیں۔ یہ ہمارے موصوف کے والد محترم تھے۔ اپنے شہر شقراء سے منتقل ہو کر مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ مسجد نبوی کے صف اول کے نمازی ہونے کے ساتھ ساتھ سعودی عرب کی موجودہ تبلیغی تنظیموں کے وجود میں آنے سے تیس سال پہلے وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام بلا معاوضہ سر انجام دیتے رہے۔ غریبوں اور مسکینوں کی خدمت کی بنا پر یہ ''ابوالفقراء'' کی کنیت سے مشہور تھے۔ ان کی وفات مسجد نبوی ہی میں ہوئی۔

موصوف محترم سعودی عرب کے شہر ''شقراء'' میں سن ۱۳۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔

شیخ موصوف نے ابتدائی تعلیم شقراء کے پرائمری اسکول سے حاصل کی۔

اس کے بعد ''دارالتوحید'' شقراء ہی میں ۱۳۶۶ھ میں داخلہ لیا۔ اس کی بنیاد اسی سال رکھی گئی تھی۔ یہاں سے انھوں نے مڈل اور اعلیٰ ثانوی تک تعلیم حاصل کی۔

اندرون ملک اعلیٰ تعلیم:

دارالتوحید سے اعلیٰ ثانوی تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں کلیۃ الشریعہ میں ۱۳۶۹ھ میں داخلہ لیا۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ یہ کلیہ بھی اسی سال قائم ہوا تھا اب یہی ''جامعہ ام القریٰ'' کے نام سے معروف ہے۔ جب یہ تیسرے سال میں پہنچے تو انہیں ریاض کی معہد علمی

Marfat.com

(Educational Institute) میں پڑھانے کے لیے کہا گیا۔ اس طرح یہ بیک وقت طالب علم بھی تھے اور مدرس بھی۔ دوطرفہ توجہ کے باوجود انھوں نے کلیہ شریعہ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اس دوران معہد کے طلبہ میں محدث العصر شیخ عبد المحسن بن حمد العباد حفظہ اللہ بھی زیر تعلیم تھے، اس لیے وہ شیخ صالح رحمہ اللہ سے کہا کرتے تھے کہ ”آپ میرے استاد محترم ہیں، آپ نے مجھے معہد علمی ریاض میں پڑھایا ہے۔“

مکہ مکرمہ میں کلیۃ الشریعۃ سے پہلی پوزیشن حاصل کرنے کے نتیجے میں انھیں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مصر میں بھیج دیا گیا۔ ان کے بھائی شیخ سعد الحصین کا کہنا ہے کہ انھیں سعودی عرب میں ملازمت کی پیشکش بھی ہوئی تھی لیکن یہ اس سے نصف وظیفہ پر مصر میں چلے گئے۔ وہاں درس گاہ برائے اعلیٰ عربی تعلیم میں داخلہ لیا۔ یہ فقہ اور قانون کا اعلیٰ سطحی ادارہ تھا، اس کا آغاز علامہ عبدالرزاق سنہوری رحمہ اللہ نے کیا تھا۔ مصر میں پانچ سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایم فل کی ڈگری حاصل کر کے واپس تشریف لائے۔

عہدے اور منصب:

① ...... اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب اپنے ملک سعودی عرب میں واپس تشریف لائے تو انھیں ”وزارتِ خزانہ“ میں اٹارنی کے طور پر تعینات کیا گیا۔

② ...... اس کے بعد انھیں ۱۳۹۱ھ میں تربیتی سیکٹر کا ڈائریکٹر بنا دیا گیا۔

③ ...... شاہ فیصل رحمہ اللہ کے دور میں ان کی مرضی کے علی الرغم انھیں وزیر کے منصب سے نوازا گیا۔

④ ...... علامہ عبدالرزاق عفیفی رحمہ اللہ کے ایماء پر انہیں معہد عالی ریاض میں مدرس مقرر کیا گیا۔

⑤ ...... انھوں نے ”کامرس کالج“ ریاض میں بھی تدریس کی۔ جسے آج کل کنگ سعود یونیورسٹی ریاض میں ”کالج برائے ایڈمن سائنسز“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

⑥ ...... شیخ محترم نے تقریباً بارہ سال مسلسل حرمین شریفین کے ڈائریکٹر جنرل کی

Marfat.com

حیثیت سے کام کیا۔

ان عہدوں کے ساتھ ساتھ یہ کئی ایک یونیورسٹیوں کے سینٹ کے ممبر بھی تھے۔ علاوہ ازیں انھیں کبار علماء کی کمیٹی کا ممبر ہونے کا شرف بھی حاصل رہا۔

ان کے اساتذہ میں شیخ عبدالمجید جبرتی رحمہ اللہ اور شیخ سنہوری رحمہ اللہ کا نام قابل ذکر ہے۔

ان کے تلامذہ میں: (۱) شیخ محمد الشعریر (۲) شیخ عبدالمحسن بن حمد العباد حفظہ اللہ (۳) شیخ علامہ صالح فوزان حفظہ اللہ جیسے نامور اہل علم کا نام بھی آتا ہے۔

تصنیفات:

۱: وصايا للنبى ﷺ في المئة يوم الأخيرة من حياته الشريفة . (یہ کتاب اردو قالب میں قارئین کے ہاتھ میں ہے)

۲: خاطرات حول المصرفية الاسلامية

۳: مهذّب اقتضاء الصراط المستقيم

۴: مهذب شرح العقيدة الطحاوية .

۵: انسانی حقوق میں افراط وتفریط اسلام اور افکار مغرب کے تناظر میں۔

۶: دینی کتاب کے حقوق اشاعت۔

۷: بینکوں کے بارہ میں اسلام کا موقف۔

۸: سعودی عرب میں مذہبی آزادی۔

۹: اسلام ایک سنگ میل (عربی ترجمہ)

۱۰: اسلام اور جدید تہذیب کے تناظر میں بین الاقوامی تعلقات۔

۱۱: سعودی شہریت کا صحیح مفہوم۔

۱۲: اسلام اور مسلم اقلیات۔

نوٹ: ......مختلف کانفرنسوں اور مجلات میں شائع ہونے والے علمی مقالات اس کے علاوہ ہیں۔

Marfat.com

نمایاں خوبیاں:

۱: شیخ محترم نے طالب علمی کے دوران ہی تدریس کرنا شروع کردی۔

۲: چالیس سال سے کم عمر میں وزارت کا قلمدان سنبھالا۔

۳: اپنے دور میں دنیا کے تیسرے بڑے ماہر علم معاشیات تھے۔

۴: انھیں بیک وقت عربی، انگلش اور فرانسیسی تینوں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

۵: ہر شخص کی سفارش بے لوث کیا کرتے تھے۔ سعودی عرب میں بالعموم ان کی سفارش کو مسترد نہیں کیا جاتا تھا۔

۷: عاجزی وانکساری کا پیکر تھے، ہر چھوٹے بڑے کے لیے ان کا دروازہ ہمہ وقت کھلا رہتا تھا۔

۸: دنیا سے اس قدر بے نیاز تھے کہ کسی عہدہ ومنصب کے لیے کبھی درخواست نہیں دی۔

۹: ان کی دینی وعلمی خدمات کی بنا پر انھیں ۱۴۲۶ھ میں شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا۔

۱۰: افغانستان کی جنگ میں افغانی نمائندوں کے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے ان کی کوشش اور جدوجہد بھی قابل ذکر ہے۔

مشہور علمی مقولہ جات:

۱: ایسے رہو جیسے تمہاری حیثیت ہے۔

۲: ایک دفعہ ان سے پوچھا گیا کہ اسلامی بینک کون کون سے ہیں تو وہ فرمانے لگے ”کیا کوئی بینک اسلامی بھی ہے؟“

۳: میں حکمرانوں کو خفیہ طور سے نصیحت کرتا ہوں۔ کثرت سے نصیحت کرنے کے باوجود میرے آفس انچارج کو بھی اس کا پتہ نہیں ہوتا۔

۴: ہمارے ہاں تصنیف وتالیف کے حقوق کا قانون فرانسیسی استعمار کے بعد یورپ کے قانون سے لیا گیا ہے۔

۵: میں سعودی حکومت اور حکمرانوں کے لیے ہر نماز میں بلکہ ہر سجدے میں دعا کرتا ہوں۔

Marfat.com

وفات:

سماجی وعلمی خدمات سے بھرپور زندگی گزار کر شیخ محترم ہفتہ کے روز بتاریخ ۲۴ جمادی ثانیہ ۱۴۳۴ھ کو غروب آفتاب کے بعد اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔ اگلے روز جامع مسجد راجحی الریاض میں شیخ صالح اللحید ان حفظہ اللہ نے نمازِ عصر کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انھیں نسیم کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کی وفات اور تدفین مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں ہو لیکن چونکہ ان کی وفات ریاض میں ہوئی تھی اور انھوں نے اپنا جسد خاکی منتقل کرنے کی وصیت نہیں کی تھی، اس لیے حکومت کی خواہش کے باوجود انھیں حرمین شریفین میں سے کسی میں بھی منتقل نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی محنت کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور جنت الفردوس میں انہیں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ. أَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ان نصیحتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے، جن کے بارے میں ہم نے سمجھا کہ یہ زندگی کے آخری حصے یعنی آخری سو دن میں کی گئی ہیں۔ یہ مدت آپ کے مدینہ منورہ سے ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۰ ہجری کو حجۃ الوداع کے لیے روانگی سے لے کر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری میں وفات پر محیط ہے، اس جمع و ترتیب میں مندرجہ ذیل اصول مدنظر رکھے گئے ہیں:

☒ نصیحت کو آپ کے الفاظ ہی میں بیان کیا گیا ہے مثلاً آپ کا فرمان ہے: "اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا" (عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آیا کرو۔) حتیٰ کہ اگر نبی کریم ﷺ نے تاکید کو پرزور بنانے کے لیے کسی بات کو مکرر ذکر کیا ہے تو اسے مکرر ہی ذکر کیا گیا ہے جیسے آپ ﷺ کا فرمان ہے: "الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ" (نماز کا خیال رکھنا، نماز کا خیال رکھنا۔)

☒ جس دن آپ نے وہ نصیحت فرمائی وہ یا تو واضح معلوم ہو گیا ہو یا ایسی علامتیں موجود ہوں جن سے معلوم ہو رہا ہو کہ یہ آپ کی زندگی کے آخری حصے میں کی گئی نصیحت ہے۔

☒ اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ کچھ افرادِ اُمت اس کام سے غفلت برت سکتے ہیں، اس کے پیش نظر ہم نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ نے ان چیزوں کے اُمت میں سے ختم ہو جانے یا واقع ہونے کا اندیشہ محسوس کیا تو اسے اس میں شامل کیا گیا ہے کیونکہ عام طور سے وصیت کرنے والا زیادہ ضروری باتوں کو اور ایسی باتوں کو اہمیت دیتا ہے جس کے واقع ہونے یا ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ یہ اصول مندرجہ ذیل کاموں پر منطبق ہوتے ہیں:

1. اہتمام نماز کی وصیت۔

Marfat.com

۲ کتاب وسنت پر مضبوطی سے عمل کرنے کی وصیت۔

۳ اہل بیت کے بارے میں وصیت۔

۴ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وصیت۔

۵ حکمرانوں کی اطاعت کی وصیت۔

۶ مسلمانوں کا احترام کرنے کی وصیت۔

۷ خواتین کے بارہ میں وصیت۔

۸ خدمت گزاروں کے بارہ میں وصیت۔

۹ امانت کا خیال رکھنے کی وصیت۔

۱۰ یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالنے کی وصیت۔

۱۱ شرک سے بچنے کی وصیت۔

۱۲ بدعات سے بچنے کی وصیت۔

۱۳ قتل وغارت اور لڑائی جھگڑے سے بچنے کی وصیت۔

۱۵ سود سے بچنے کی وصیت۔

۱۶ تبلیغ دین کی وصیت۔

ہم نے ہر وصیت الگ سے ذکر کی ہے، پہلے قرآن وحدیث سے اس کی دلیل کا متن ذکر کیا ہے، اس کے بعد قرآن وحدیث کی روشنی میں اس پر تبصرہ کیا ہے۔

یہ سب کام نامور محدثین اور مفسرین کے کلام کی روشنی میں کیا گیا ہے، حتیٰ المقدور طوالت سے گریز کیا ہے تا کہ یہ کتابچہ آسان الفاظ اور واضح مفہوم کے ساتھ تمام لوگوں تک پہنچ سکے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں ملت اور قوم کی خیر خواہی کے اس جذبہ میں کامیابی عطا فرمائے۔ یقیناً وہی سب سے پائیدار راستے کی راہنمائی کرنے والا ہے اور اسی سے مقصد میں کامیابی مطلوب ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

Marfat.com

پہلی وصیت

نماز کی پابندی کرنا

Marfat.com

Marfat.com

نماز کی پابندی کرنا

ا:......اُمّ المومنین اُمّ سلمہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت جب آپ دل ہی دل میں آخری سانس لے رہے تھے اور آپ کی زبان اقدس پر بھی جاری وساری تھی وہ یہ تھی، نماز کی پابندی کرنا۔ نماز کی پابندی کرنا اور اپنے زیرنگرانی افراد کے بارہ میں اللہ سے ڈرنا۔ ❶

۲:......حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلام یہ تھا نماز کی پابندی کرنا، نماز کی پابندی کرنا اور اپنے زیرنگرانی افراد کے بارہ میں اللہ سے ڈرنا۔ ❷

۳:......حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا: لوگو! شاید اس سال کے بعد تم مجھے نہ دیکھ سکو، لوگو! شاید اس سال کے بعد تم مجھے نہ دیکھ سکو، لوگو! شاید اس سال کے بعد تم مجھے نہ دیکھ سکو۔ اتنے میں ایک دراز قد آدمی کھڑا ہوا جیسے کوئی شَنُوءہ قبیلے کا فرد ہو، اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ پھر ہم کیا کام کریں؟ مسند احمد کے الفاظ اس طرح ہیں کہ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اپنے رب کی عبادت کرنا، پانچوں نمازیں پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا اور اپنے حکمرانوں کی بات ماننا، تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ❸

---

❶ مسند احمد: ١٢١٦٩ ، ابن حبان : ٦٦٠٥ .

❷ ابوداؤد : ٥١٥٥ ، مسند احمد : ١٢١٦٩ ، ابن ماجه : ٢٦٩٧ .

❸ مسند احمد: ٢٢٢٦٠ .

Marfat.com

نماز کی اہمیت:

نماز دین کا ستون ہے اور یہ کلمہ طیبہ کے بعد اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ عملی ارکان میں سے سب سے بڑا رکن یہی ہے۔ یہ دین اسلام کا عملی مظہر ہے، شمس الائمہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''چونکہ نماز اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے، اس لیے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ (التوبة: ٥)

''اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''نماز دین کا ستون ہے۔'' جو شخص خیمہ نصب کرتا ہے وہ اس کے لیے ستون لگاتا ہے۔ نماز دین کا سب سے بلند شعار ہے۔ کسی بھی رسول کی شریعت نماز سے خالی نہیں رہی۔

میں نے شیخ الاسلام امام حلوانی رحمہ اللہ کو ﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے: میں نے اسے نبیوں پر نازل کردہ ہر کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝﴾

(المدثر: ٤٢۔ ٤٣)

''تمہیں سقر میں کس چیز نے ڈالا وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔''

یہ فرمان بھی اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

اسے ابتداء میں ذکر کرنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ ایمان کی دوسری کڑی ہے۔

عربی لغت میں بھی لفظ ''مُصَلِّی'' کا اطلاق مسابقت میں دوسرے نمبر پر آنے والے گھوڑے پر ہوتا ہے۔

اسلام میں اس کے عظیم الشان ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ کسی بھی حالت میں اس کی فرضیت ختم نہیں ہوتی، اگر عقل اور سوجھ بوجھ ختم ہو جائے یا عورت حیض ونفاس کی حالت

١٤٠٥١٣٣

Marfat.com

میں ہوتو یہ فریضہ ختم ہو جاتا ہے، یہ مریض پر بھی ہر حال میں فرض ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا، تم نماز کھڑے ہو کر پڑھو اگر کھڑے نہ ہو سکو تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل پڑھو۔ ❶

اسی طرح یہ امن کی حالت میں بھی فرض ہے اور حالت جنگ میں بھی، ارشاد رب العزت ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا﴾ (البقرة: ٢٣٩)

''اور تم خوف زدہ ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری کی حالت میں پڑھ لیا کرو۔''

یعنی جس حالت میں بھی ممکن ہے اسے پڑھو، جنگ کے لیے صف بندی یا معرکہ آرائی کے دوران بھی یہ فرض ختم نہیں ہوتا۔ مجاہد کو بھی اسے ہر حال میں پڑھنا ہوتا ہے، وہ پیدل یا دوڑ کر یا دشمن پر ہتھیار چلانے کی حالت میں ہی کیوں نہ ہو۔

نماز ایک ایسا عمل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں، مخلص لوگوں اور اس کے اولیاء کے لیے متاع طمانیت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴾

(البقرة: ٤٥)

''صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک نماز ایک مشکل کام ہے، مگر فرماں بردار بندوں کے لیے (نہیں)۔''

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اُمت مسلمہ نے اس میں بہت زیادہ کوتاہی سے کام لیا ہے۔

یہ کوتاہی ہر زندہ دل کے لیے عیاں ہے، آج مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ انہوں نے اس عظیم کام کا حشر کیا کر رکھا ہے، مسلمانوں کی اکثریت یا تو اسے بالکل چھوڑے ہوئے ہے کہ اس میں مسلسل کاہلی کا شکار ہے یا اس کی شرائط کو بجالانے اور اسے

---

❶ بخاری: ١١١٧.

Marfat.com

بروقت ادا کرنے میں کاہلی کرتی ہے۔ جبکہ اس میں خشوع کا فقدان تو اظہر من الشمس ہے۔

اگر مسلمان نماز کی صحیح قدر شناسی کریں اور اسے بہتر طور سے ادا کریں تو یہ ان کے حالات کو بہتر بنانے اور ان کی سیرت و کردار کو درست کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ سب سے سچی ہستی کا فرمان ہے:

﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾﴾ (العنکبوت: ٤٥)

''اور نماز قائم کرو۔ بے شک نماز فحاشی اور برائی سے روک دیتی ہے اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا کام ہے جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔''

مسلمانوں کی صورت حال کو دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ بیشتر نمازیوں کی نماز کا ان کے کردار پر کوئی اثر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر نمازی صرف ظاہری حرکات وسکنات کو اپناتے ہیں، اس کی حقیقت اور اس میں خشوع کو اختیار نہیں کرتے، اس لیے انہیں نماز کا ثمرہ، تزکیہ نفس اور ذاتی اصلاح حاصل نہیں ہوتی۔

نماز کی اہمیت اور لوگوں کی اس میں دکھائی دی جانے والی کوتاہی کے ہی پیش نظر نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخر میں اس کی نصیحت فرمائی۔ اس کی تاکید کو وصیت نے اس طرح بھی پختہ بنا دیا کہ جان جان آفرین کے سپرد کرتے وقت آپ کی یہ تلقین زندگی کی آخری بات ثابت ہوئی۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ امت کے کتنے خیر خواہ تھے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔ آمین

نماز کی شرعی حیثیت:

امام ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نماز کی فرضیت قرآن مجید، حدیث رسول اور اجماع اُمت سے تواتر کے ساتھ ثابت ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی فرضیت کو زیر بحث لانا بے جا تکلف ہے۔

Marfat.com

اوقات نماز:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا ۝ ﴾ (النسآء: ۱۰۳)

”بے شک نماز مسلمانوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے۔“

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نماز کے اوقات محدود اور متعین ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نمازیں فرض کی ہیں اور طے شدہ اوقات میں انہیں پڑھنا فرض قرار دیا ہے، انہیں وقت سے لیٹ کر کے پڑھنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ بشرطیکہ نیند یا بھول چوک یا کوئی اور شرعی عذر نہ ہو۔“

نماز کو کسی تقدیم و تاخیر کے بغیر اپنے وقت پر ادا کرنے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان کے وقت کا لحاظ حالت جنگ میں بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوران جنگ دشمن کے سامنے ہوتے ہوئے بھی انہیں وقت پر پڑھنا فرض قرار دیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِينَ ۝ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۚ ﴾ (البقرة: ۲۳۸۔ ۲۳۹)

”تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور نماز وسطیٰ کی حفاظت کرو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔ اگر خوف زدہ ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر بیٹھ کر پڑھ لو۔“

رسول اللہ ﷺ نے نماز کو مقرر وقت پر ادا کرنے کا حکم دیا ہے، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”نماز وقت پر ادا کرو۔“ [1]

اس لیے مسلمان کے لیے پانچوں نمازوں کو بروقت ادا کرنا فرض ہے، نیند یا نسیان جیسے کسی شرعی عذر کے بغیر انہیں وقت سے موخر کرنا بہت کبیرہ گناہ ہے۔ بلکہ کچھ اہل علم اسے نماز

---

[1] مسلم: ٦٤٨، مسند احمد: ٢١٣٨٩.

Marfat.com

چھوڑنے کے برابر قرار دیتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو تارک نماز کہتے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! نماز کو اس کے مقررہ وقت سے دیر کرنے سے جتنا ہو سکے بچنے کی کوشش کریں۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝﴾

(الماعون: ٤_٥)

''ایسے نمازیوں کے لیے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ غفلت برتنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو انہیں وقت سے موخر کرتے ہیں۔

آداب نماز:

(۱)...... اسے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ادا کیا جائے نماز میں ریاکاری منافقوں کی علامت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝﴾ (النساء: ١٤٢)

''وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔''

(۲)...... اسے محبت اور شوق سے ادا کیا جائے اس میں سستی کرنا اور اسے بوجھ سمجھنا منافقوں کی علامت ہے۔ جیسے کہ باری تعالیٰ نے ان کے بارہ میں فرمایا:

﴿وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ﴾ (النساء: ١٤٢)

''اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔''

(۳)...... مختلف طریقوں سے اس کی تیاری کرنا اور اس کے لیے مستعد ہونا مثلاً:

(الف) خوبصورت لباس پہننا۔

(ب) نماز سے پہلی مقررہ سنت پڑھنا۔

(ج) فکر اور سوچ کو پریشان کن باتوں کے اسباب سے دور رکھنا۔ مثلاً بھوک کے وقت، کھانا تیار ہونے کی صورت میں یا شدید گرمی یا شدید سردی کی صورت میں نماز پڑھنا وغیرہ۔

Marfat.com

④...... مردوں کا باجماعت نماز ادا کرنا۔

صحت مند اور امن کی حالت ہوتے ہوئے مرد کے لیے نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے۔ اس کے فرض ہونے کی ایک دلیل اس نابینے صحابی کا واقعہ ہے جس نے گھر کے دور ہونے کی بنا پر نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی تھی اسے لے جانے والا بھی کوئی نہیں تھا جب اس نے اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں نماز کی اذان سنائی دیتی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا پھر تو ضرور آنا پڑے گا۔ ❶

ایک دوسری حدیث بھی اس کی دلیل ہے جس میں یہ ذکر ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے گھر جلانے کا عزم کرلیا تھا۔ لیکن چھوٹے بچوں اور خواتین کی موجودگی کی بنا پر آپ ﷺ نے ایسے نہیں کیا۔ یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے۔

نماز باجماعت کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اسے حالت جنگ میں بھی ختم نہیں کیا گیا، جنگ کے دوران بھی نماز باجماعت کا شریعت نے اہتمام کیا ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَ لْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝﴾ (النسآء: ١٠٢)

''اور جب آپ ان میں موجود ہوں، تو ان کے لیے نماز کھڑی کریں تو لازماً ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو اور وہ اپنے ہتھیار پکڑے رکھیں،

❶ مسلم: ٦٥٣.

Marfat.com

پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو وہ آپ کے پیچھے ہو جائیں اور دوسری جماعت آئے جنھوں نے نماز نہیں پڑھی، وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار پکڑے رکھیں۔ کافر تو چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامانوں سے غفلت کرو اور وہ تم پر ایک ہی بار حملہ کر دیں۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمھیں بارش کی وجہ سے کچھ تکلیف ہو، یا تم بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو۔ بے شک اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

یہ چیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں اس قدر پختہ اور راسخ تھی کہ وہ جماعت سے پیچھے رہنے والے کو منافق سمجھتے تھے۔ وہ بیماری کے باوجود نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے سہارا لے کر آتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان سنیے، فرماتے ہیں: جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ وہ کل قیامت کے روز بحالت اسلام اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو اسے چاہیے کہ جونہی اذان ہو ان نمازوں کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے ہدایت کے راستے بنا رکھے ہیں اور یہ نمازیں ان راستوں میں سے ہیں اگر تم بھی نماز باجماعت چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنے والے اس شخص کی طرح کرو گے تو تم اپنے نبی کے طریق کار کو چھوڑ دو گے اور اگر تم اپنے نبی کا طریقہ چھوڑ دو گے تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ ہم میں نماز سے پیچھے وہی لوگ رہتے تھے جن کا منافق ہونا جانا پہچانا تھا، ہمارے ہاں تو صورت حال یہ تھی کہ ایک شخص کو دو آدمی سہارا دے کر لاتے اور صف میں کھڑا کرتے تھے۔ ❶

⑤...... نماز سے متعلق ایک اہم بات یہ ہے کہ نماز کے طریقہ کار اور دعاؤں میں سنت کو اپنایا جائے، تاکہ آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کی تابعداری ہو۔ آپ کا فرمان ہے تم ایسے نماز پڑھا کرو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

⑥...... نماز میں خشوع اور دل کی حاضری اس کا اہم ترین قرینہ ہے۔ بلکہ یہ اس کا

❶ مسلم: ۱۴۸۸۔ ❷ بخاری: ٦٣١۔

Marfat.com

جوہر، لب لباب اور اس کی جان ہے جس کے ذریعے نماز کی وصیت کا مقصد حاصل ہوتا ہے، اس سے تقویٰ اور اعلیٰ اخلاق نشوونما پاتے ہیں اور گھٹیا عادتوں اور فحاشی اور برائی کے کاموں سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی کو نماز کا اتنا ثواب ملتا ہے جتنا وہ اسے خشوع اور دل کی حاضری سے ادا کرتا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝﴾

(المومنون: ۱۔۲)

''یقیناً کامیاب ہوگئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔''

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان اطہر سے یہ فرمان سنا ہے کہ:

''ایک شخص نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں صرف دسواں حصہ، نواں حصہ، آٹھواں حصہ، ساتواں حصہ، چھٹا حصہ، پانچواں حصہ، چوتھائی، تہائی اور آدھا ثواب لکھا جاتا ہے۔'' ❶

اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ دین میں سب سے پہلے نماز کا خشوع ختم ہوگا، چنانچہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس امت میں سب سے پہلے نماز میں خشوع ختم ہوگا، یہاں تک کہ کوئی بھی خشوع کرنے والا دکھائی نہیں دے گا۔'' ❷

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ تم مسجد میں جاؤ اور تمہیں ایک آدمی بھی خشوع کے ساتھ نماز ادا کرنے والا دکھائی نہ دے گا۔ ❸

حقیقی خشوع دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے، پہلی چیز کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہے اور وہ ہے نماز کے دوران بدن کے اعضاء پُرسکون ہوں، مکمل اطمینان حاصل ہو اور ادھر ادھر نگاہ نہ

❶ ابوداؤد: ۷۹۶، طبرانی، طحاوی۔

❷ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد ۲/۱۳۹ میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ صحیح الترغیب میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔ ❸ مسند احمد۔

Marfat.com

جائے۔ دوسری چیز کا تعلق باطن کے ساتھ ہے اور وہ ہے نماز کے دوران دل کی حاضری تا کہ نماز کی ہر بات اور ہر کام کو توجہ سے ادا کرے تا کہ اسے دنیا اور آخرت میں فائدہ ہو۔

کچھ ایسے اسباب ومحرکات ہیں جو نماز میں خشوع پیدا کرنے کے لیے مددومعاون ہیں، ان میں سے جامع ترین اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾﴾

(العنکبوت: ٦٩)

''اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے بارے میں پوری کوشش کی ہم ضرور ہی انھیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بلاشبہ اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

ان میں سے کچھ اسباب ومحرکات مندرجہ ذیل ہیں:

ا: اچھے انداز سے نماز کی تیاری کرنا، مکمل وضو کر کے، صاف ستھرا لباس پہن کر اور مناسب جگہ کا انتخاب کر کے بہترین انداز سے نماز شروع کرنا۔

ب: اس احساس اور شعور کے ساتھ نماز پڑھنا کہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں اور اس سے محو راز ہوں کیونکہ نمازی جب نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے مالک سے راز ونیاز کر رہا ہوتا ہے۔

ج: دل کو حاضر رکھنے کی مکمل کوشش کرنا۔

د: شیطان مردود کی مداخلت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا۔

ھ: تلاوت قرآن مجید اور دعاؤں پر غور وفکر کرنا۔

و: نماز کی حرکات وسکنات کے بارہ میں سوچنا کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے عجز وانکساری کا مظہر ہیں۔

ز: ٹھہر ٹھہر کر اور خوبصورت آواز میں تلاوت کرنا۔

ح: نماز میں تلاوت قرآن اور دعاؤں میں تنوع اختیار کرنا۔

ط: نماز سے پہلے اور بعد والی سنتوں کو باقاعدگی سے پڑھنا۔

ی: سجدے کی جگہ پر نگاہ رکھنا۔

Marfat.com

دوسری وصیت

قرآن وسنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونا

Marfat.com

Marfat.com

قرآن وسنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونا

ا:...... امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے امام محمد باقر رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حج نبوی کی طویل حدیث میں ذکر کیا ہے: ''آنحضرت ﷺ نے نمرہ میں خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا: میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے اگر تم اس پر مضبوطی سے عمل کرتے رہو گے تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب، تم سے میرے بارے پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے دین پہنچا دیا، اللہ کی امانت ادا کی اور امت کی خیر خواہی کی۔'' ❶

۲:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دوران لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے لوگو! میں تمہیں دو ایسی چیزیں دے کر جا رہا ہوں اگر انہیں تھامے رکھو گے تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے ایک ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور ایک ہے اللہ کے نبی کی سنت۔'' ❷

۳:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہین کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں تم ان دونوں کو اختیار کرنے کے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور ایک میری سنت ہے اور یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر تک پہنچنے تک ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گی۔ ❸

۴:......رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((تَـرَكْـتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللّٰهِ

---

❶ مسلم: ۱۲۱۸۔ ❷ بیهقی: ۳۲۲، حاکم.

❸ بیهقی: ۳۲۲، حاکم.

Marfat.com

وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ .)) [1]

''میں تمہیں دو چیزیں دے کر جا رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں پر مضبوطی سے عمل پیرا رہو گے تم کسی صورت گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک ہے اللہ کی کتاب اور ایک ہے اس کے نبی ﷺ کی سنت۔''

۵:......حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ''خُم'' جگہ میں ایک چشمے کے پاس خطاب فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا: اے لوگو! میں ایک فرد بشر ہوں، وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام رساں آئے اور میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں، میں تمہیں دو مضبوط چیزیں دے کر جا رہا ہوں، دونوں میں سے ایک قرآن مجید ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، تم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل پیرا رہنا اور اسے مضبوطی سے اختیار کرنا، اس کے بعد مزید ترغیب دلائی اور عمل پیرا رہنے پر آمادہ کیا۔ پھر فرمایا: میں تمہیں اپنے اہل بیت سے حسن سلوک کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت سے حسن سلوک کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت سے حسن سلوک کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ ایک راوی حدیث حصین نے پوچھا اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا، آپ کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ تاہم اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر آپ کے جانے کے بعد زکاۃ لینا حرام ہے۔ اس نے پوچھا وہ کون ہیں؟ حضرت زید بن ارقم نے کہا: وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ انہوں نے کہا: کیا یہ سب مالِ زکاۃ نہیں لے سکتے؟ انہوں نے فرمایا: ''ہاں''۔ [2]

---

[1] مؤطا مالك : ٢٦١٨ .

[2] صحيح مسلم : ٢٤٠٨ .

Marfat.com

وصیت کی اہمیت:

یہ وصیت وحی کی دونوں قسموں قرآن مجید اور سنت نبوی پر مشتمل ہے۔ اور قرآن مجید کی سی آیات میں بیان کردہ وصیتوں کے عین مطابق ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴾ (الانفال: ۲۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس سے منہ نہ پھیرو، جب کہ تم سن رہے ہو۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ (النسآء: ۵۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔''

ارشاد رب العزت ہے:

﴿ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ (البقرة: ۱۲۸۔۱۲۹)

''اے ہمارے رب! اور ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے

Marfat.com

بھی ایک امت اپنے لیے فرماں بردار بنا اور ہمیں ہمارے عبادت کے طریقے دکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی نہایت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اے ہمارے رب! اور ان میں انھی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب وحکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے، بے شک تو ہی سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے۔''

باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (آل عمران: ١٦٤)

''بلاشبہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ٣٤)

''اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾ (النجم: ٣-٤)

''اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی

Marfat.com

جاتی ہے۔''

قرآن مجید اور سنت مطہرہ بشمول آپ کے فرامین، آپ کے عمل اور آپ کے سامنے ہونے والے کام، دونوں مل کر دین اسلام کا سرچشمہ ہیں۔ عقیدے میں بھی اور فقہی مسائل میں بھی۔ مسلمان جب تک ان پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے گا، وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ''میں تمہیں دو چیزیں دے کر جا رہا ہوں انہیں اختیار کرنے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ایک ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری ہے میری سنت مطہرہ، یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس پہنچنے تک ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گی۔''

اس کی تشریح میں امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ دو ایسی بنیادیں ہیں جن سے روگردانی نہیں ہوسکتی اور ان دونوں کے بغیر ہدایت نہیں مل سکتی، تحفظ اور نجات کا حامل وہی ہوگا جو ان پر مضبوطی سے عمل پیرا ہو جائے اور یہ دونوں واضح فرقان اور دین اسلام کی حق شناس اور باطل پرست کے درمیان کھلی دلیل ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ کتاب وسنت کو اپنانے کی فرضیت ایک یقینی اور دین اسلام کی جانی پہچانی بات ہے۔

کتاب وسنت میں ہدایت اور نور اللہ تعالیٰ کے محفوظ کرنے کے ذریعے محفوظ ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ ﴾ (الحجر: ۹)

''بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔''

ان دونوں ہی میں مشکلات کا حل ہے اور انہی میں بدلتے ہوئے زمانے اور مختلف خطوں میں پیدا ہونے والے نئے مسائل کے حکمت سے لبریز جوابات ہیں خواہ زندگی کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور انفرادی مسائل کتنے ہی وسیع کیوں نہ ہوں۔

Marfat.com

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو جب ایک آدمی نے طعنہ دیتے ہوئے کہا تھا تمہارے نبی نے تمہیں ہر چیز سکھائی ہے یہاں تک کہ پاخانہ کرنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے؟ انہوں نے اسے فرمایا تھا بالکل ایسے ہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیں قضائے حاجت کے وقت قبلہ رخ ہونے سے منع کیا ہے، دائیں ہاتھ کے ساتھ، تین سے کم ڈھیلوں کے ساتھ نیز گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ [1]

قرآن مجید کا مقام عالی شان:

قرآن مجید نے خود اپنے بارہ میں جو کچھ بیان کیا ہے کوئی بھی شخص اسے بیان نہیں کر سکتا، باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى﴾ (الرعد: ۳۱)

”اور واقعی اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے پہاڑ چلائے جاتے، یا اس کے ذریعے زمین قطع کی جاتی، یا اس کے ذریعے مُردوں سے کلام کیا جاتا۔“

یعنی اگر کوئی ایسی کتاب ہے تو وہ یہی کتاب ہے۔ نیز فرمایا:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الاسراء: ۸۲)

”اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱﴾ (الحشر: ۲۱)

”اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو یقیناً آپ اسے اللہ کے ڈر سے پست ہونے والا، ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے۔ اور یہ مثالیں ہیں، جو ہم

[1] مسلم: ۲٦۲.

Marfat.com

لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

نیز فرمایا:

﴿ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ﴾ (الزمر: ۲۳)

''ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے، (ایسی آیات) جو بار بار دھرائی جانے والی ہیں، اس سے ان لوگوں کی جلد کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کا جسم اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف (راغب ہوکر) نرم ہوجاتے ہیں۔''

شاید قرآن مجید کے متعلق خالق کائنات کے تبصرے کے بعد لوگوں کے تبصروں میں سے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تبصرہ سب سے بلیغ ہے، وہ فرماتے ہیں:

قرآن مجید سابقہ اقوام کی تاریخ بھی ہے، تمہارے بعد آنے والے واقعات بھی اور تمہارے درمیان ہونے والی باتوں کے فیصلے بھی۔ یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے، جس میں کوئی غیر سنجیدہ بات نہیں ہے۔ اسے اپنانے سے ارادوں میں کجی نہیں آسکتی اور نہ علماء اسے پڑھتے پڑھتے سیر ہوتے ہیں اور نہ یہ بار بار پڑھنے سے پرانا محسوس ہوتا ہے، اس کے عجائبات لامتناہی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے یہ حکمت سے لبریز نصیحت اور صراط مستقیم ہے، جو شخص اس پر عمل کرے گا اسے ثواب ملے گا اور جو اس کے ذریعے فیصلہ کرے گا اس کا فیصلہ انصاف پر مبنی ہوگا اور جو اس کی طرف دعوت دے گا وہ صراط مستقیم پر گامزن ہوگا۔ ❶

سنت مطہرہ کا مقام:

سنت مطہرہ شریعت اسلامی کا دوسرا بڑا سرچشمہ (Source) ہے۔ یہ قرآن مجید کی مبہم باتوں کی وضاحت اور تشریح ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ

❶ البداية والنهاية : ۱/ ۷.

Marfat.com

یَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل: ٤٤)

"اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ آپ اسے لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

نیز فرمایا:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النسآء: ٥٩)

"پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔"

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے حیات مبارکہ کے دوران باہمی تنازع کا حل پوچھ کر کیا جائے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی سنت مطہرہ کی روشنی میں کیا جائے۔

امام ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اہل علم کا کہنا ہے کہ متنازعہ مسئلہ کو قرآن مجید کے سامنے پیش کیا جائے، اگر اس میں نہ ملے تو اسے سنت رسول ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے۔"

ارشاد ربّ العزت ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ٧)

"اور رسول تمھیں جو کچھ دے اسے لے لو اور جس سے تمھیں روک دے اس سے رک جاؤ۔"

نیز فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور: ٦٣)

"ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ ان پر کوئی آزمائش آ جائے، یا کوئی دردناک عذاب آ جائے۔"

اس کا صحیح مطلب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا تو ان سے پوچھا، جب تمہیں کوئی فیصلہ کرنا پڑے تو کس طرح کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اگر وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہ ملے تو کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: پھر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے ذریعے کروں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اگر وہ تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں میں نہ ملے تو پھر کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: میں اجتہاد رائے سے حل کرنے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ان کے سینے پر تھپکی دی اور فرمایا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا يَرْضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ"❶

''سب تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول کے پیغام رساں کو ایسے کام کی توفیق دی جسے اللہ کا رسول پسند کرتا ہے۔''

قرآن وسنت کی حفاظت:

اس امت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے اپنی کتاب کی حفاظت کی ضمانت دی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ﴾ (الحجر: ۹)

''بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اس کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید مختلف تحریری دستاویزات سے ایک کتابی صورت میں جمع کرنے کی راہنمائی فرمائی۔

جس کی معاونت حفاظ قرآن کے ذریعے ہوئی، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات

---

❶ سنن ابو داود: ۳۵۹۲.

Marfat.com

کو ابھی اٹھارہ سے بھی کم سال گزرے تھے کہ پوری امت مسلمہ کو خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ذریعے ایک ہی طرز کے مطابق تحریر کروانے کی توفیق عطا فرمائی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو دیگر آسمانی کتابوں کی طرح ضائع ہونے اور اس میں تحریف ہونے سے بچالیا۔ اور یہ تمام کتب ادیان میں سے واحد کتاب ہے جو نبی کریم ﷺ سے باسند ثابت ہے۔ صدیاں گزرنے کے باوجود اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے نبی ﷺ کی سنت کو استحکام اس طرح بخشا کہ امت مسلمہ کے علماء کو شروع شروع میں ہی ایسا انوکھا منہج اور انداز اپنانے کی توفیق دی جو نہ ان سے پہلے کوئی اختیار کر سکا اور نہ بعد میں کسی نے اختیار کیا۔ اس انداز تحقیق وتوثیق کے ذریعے صحیح حدیث کو ضعیف سے الگ کرنا آسان ہوگیا۔ مرفوع کو موقوف سے، متصل کو منقطع اور ناسخ کو منسوخ سے امتیاز مل گیا۔

ناقابل بیان حد تک یہ عظیم کارنامہ ہے۔ اس کی باریکیوں سے صرف وہ ماہر علماء ہی واقف ہیں جنہوں نے خاصہ وقت محدثین کے کارناموں کو گہرائی سے دیکھنے کے لیے دیا ہو اور ان کی حیات وخدمات پر دوررس نگاہ ڈالی ہو۔

اس امت کا یہ امتیاز ہے کہ اس کے قانونی مصادر صحیح، محفوظ اور قابل اعتماد ہیں جبکہ یہ چیز دنیا کے مذاہب میں سے کسی مذہب کو حاصل نہیں۔ تنہا اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے پیروکاروں کو اپنے نبی کی شخصیت، ان کی سیرت کی چھوٹی بڑی سب باتیں اور ان کی عوامی اور نجی زندگی کے تمام معاملات کے بارہ میں کامل یقین ہے۔

نیز اس بات پر بھی کامل یقین ہے کہ جو کتاب وہ لے کر آئے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی کمی بیشی ہوئی ہے۔ جبکہ دیگر مذاہب کے متعلق تاریخ مذاہب سے باخبر ہر شخص جانتا ہے کہ ان کے پیروکاروں کو یہ یقین نہیں ہے کہ ان کے بانیوں کو ان کی کوئی بنیاد ملی ہو۔ ان کے پاس مقدس کتابوں کی کوئی ایسی سند نہیں ہے جو متعلقہ انبیاء تک پہنچتی ہو، اس کے برعکس ان کے نزدیک کتابوں میں تحریف وتغیر، اختلاف، تناقض اور سراسر

Marfat.com

غلط ہونا ثابت ہے۔

کتاب وسنت پر عمل میں کوتاہی:

وقت گزرنے کے ساتھ کتاب وسنت سے فائدہ اٹھانے اور ان سے راہنمائی لینے میں کوتاہی کا جو اندیشہ رسول اللہ ﷺ نے محسوس فرمایا تھا وہ اس امت میں اس قدر موجود اور مشہور ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بالخصوص حدیث پاک کے سلسلہ میں ایسے کم علم اور ذاتی اغراض سے مغلوب افراد موجود ہیں، جو وحی الٰہی کے دو طریقوں کی اتباع کے فرض ہونے میں فرق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے علم وعمل کے میدان میں سنت کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ پیش گوئی نبی ﷺ نے بھی دی تھی، چنانچہ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک شخص کو میری حدیث بتائی جائے گی وہ اپنی مسند پہ تکیہ لگائے ہوئے ہوگا اور کہے گا ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے۔''

میرے بھائی! اس قسم کے لوگوں کی تردید کے لیے باری تعالیٰ کے یہ فرامین پڑھیں:

۱: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ (النسآء: ۸۰)

''جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی۔''

نیز فرمایا:

۲: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (اٰل عمران: ۳۱)

''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

مزید فرمایا:

۳: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا

Marfat.com

مُّبِیۡنًا ﴿۳۶﴾ (الاحزاب: ۳۶)

''اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ یقیناً واضح گمراہ ہو گیا۔''

اور یہ بھی فرمایا:

۴: ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ﴾ (النحل: ۴۴)

''تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔''

۵: ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ﴿۶۵﴾﴾ (النساء: ۶۵)

''آپ کے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ آپ کو اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو آپ فیصلہ کریں اور پوری طرح تسلیم کر لیں۔''

حقیقت تو یہ ہے کہ امت مسلمہ میں پیدا ہونے والے تمام تر فکری اور عملی انحراف کی بنیادی وجہ وحی الٰہی کی ان دو قسموں قرآن اور حدیث پر عمل میں کوتاہی، ان سے اعراض اور علم وفکر کے دیگر ذرائع کو ان پر فوقیت دینا ہے اور اس بات سے غافل رہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی علم رکھتا ہے، مخلوق کے پاس علم نہیں ہے۔ اگر قرآن وسنت کی وحی غیر اللہ کی طرف سے ہوتی تو اس میں واضح تضاد ہوتا۔ اللہ رب العالمین کے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں جس نے ہمیں دین کامل عطا فرمایا، انعام کو مکمل فرمایا اور ہمارے لیے اسلام کو دستور حیات کے طور پر پسند فرمایا۔

Marfat.com

تیسری وصیت

اہل بیت سے محبت کرنا

Marfat.com

Marfat.com

اہل بیت سے محبت کرنا

۱:......حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان "خُم" جگہ میں ایک چشمے کے پاس خطاب فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور وعظ ونصیحت کی پھر فرمایا: اے لوگو! میں ایک فرد بشر ہوں، وہ وقت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام رساں آئے اور میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں، میں تم میں دو مضبوط چیزیں دے کر جا رہا ہوں، دونوں میں سے ایک قرآن مجید ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، تم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل پیرا رہنا اور اسے مضبوطی سے اختیار کرنا، اس کے بعد مزید ترغیب دلائی اور عمل پیرا رہنے پر آمادہ کیا۔ پھر فرمایا: میں تمہیں اپنے اہل بیت سے حسن سلوک کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت سے حسن سلوک کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت سے حسن سلوک کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ حدیث کے ایک راوی حصین نے پوچھا اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا، آپ کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ تاہم اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر آپ کے جانے کے بعد زکاۃ لینا حرام ہے۔ اس نے پوچھا وہ کون ہیں؟ حضرت زید بن ارقم نے کہا: وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا یہ سب مالِ زکاۃ نہیں لے سکتے؟ انہوں نے کہا: ''ہاں۔''[1]

۲:......حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ''اہل بیت کے بارہ میں حضرت محمد ﷺ کا خیال رکھنا۔''[2]

---

[1] صحیح مسلم: ۲۴۰۸. [2] بخاری: ۳۷۱۳.

Marfat.com

وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے ''مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی نسبت زیادہ عزیز ہے۔'' ❶

۳:...... حضرت صفیہ بنت شیبہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ وہ ایک دن نبی کریم ﷺ گھر سے باہر نکلے انہوں نے سیاہ اون کی دھاری دار چادر زیب تن کر رکھی تھی ادھر سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ آ گئے، انہوں نے انہیں اپنے ساتھ ملا لیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آ گئے، انہیں بھی اپنے ساتھ ملا لیا پھر حضرت فاطمہ آ گئیں، انہیں بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے انہیں بھی اپنے ساتھ ملا لیا اس کے بعد فرمانے لگے:

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۳۳)

''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ وہ تم سے آلودگی کو دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک صاف کر دے۔''

اہل بیت کون لوگ ہیں؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝ وَ اذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۳۳۔ ۳٤)

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں اچھی طرح پاک کر دے، اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی

❶ بخاری: ۳۷۱۲.

Marfat.com

ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

سیاق وسباق سے بظاہر یہ آیت کریمہ ازواج مطہرات کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور وہی اس سے مراد ہیں لیکن اہل بیت انہی کی حد تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے سب رشتہ دار بھی میں شامل ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابقہ حدیث سے واضح ہو رہا ہے، اسی طرح حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی واضح ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ اہل بیت کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: اہل بیت سے مراد وہ افراد ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زکوٰۃ سے محروم کر دیا گیا، سوال کرنے والے نے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی۔ نبی کریم ﷺ نے اسے باہر نکالنے کے لیے فرمایا: ''کِخْ کِخْ'' ''اسے پھینک دو، اسے پھینک دو۔'' پھر فرمایا: کیا تمہیں پتہ نہیں کہ ہم زکوٰۃ کا مال نہیں کھاتے۔

صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: ''ہمارے لیے زکوٰۃ حلال نہیں ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''تم اس طرح درود بھیجا کرو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ))

یہ الفاظ ایک دوسری حدیث کے الفاظ کی وضاحت کر رہے ہیں جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ))

---

[1] مسلم: ۲٤۰۸.

Marfat.com

لہٰذا یہاں آل سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور ان کی اولاد ہیں۔ جیسا کہ پہلی حدیث میں بیان ہوا ہے۔

ان الفاظ کا تقاضا یہ ہے کہ آل محمد سے وہی معنی مراد لیا جائے جو آل ابراہیم سے مراد لیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ ﴾ (ھود: ۷۲، ۷۳)

''اس نے کہا ہائے میری بربادی! کیا میں جنوں گی، جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا، یقیناً یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ انھوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔''

یہاں سیاق و سباق سے معلوم ہو رہا ہے کہ اہل بیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کی بیوی اور حضرت اسحاق اور یعقوب علیہما السلام شامل ہیں۔ گذشتہ کی گئی گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کے آل بیت کے وسیع معنی میں وہ تمام افراد آتے ہیں جن پر مال زکوٰۃ رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری کی وجہ سے صرف کرنا حرام ہے۔

اہل بیت کے کچھ فضائل:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کی نسبت کر لی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کا پتہ چلا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں۔ آپ کی قوم تو کہتی ہے کہ آپ بیٹیوں کے لیے رنجیدہ نہیں ہوتے، جب کہ علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی بیٹی سے شادی کر رہا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''میں نے ابوالعاص کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا اس نے جو بات کی صحیح کی۔

Marfat.com

فاطمہ میری لختِ جگر ہے۔ جو چیز اسے ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک آدمی کے گھر میں اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نسبت ختم کر دی۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں: ''فاطمہ میرا حصہ ہے جو بات اسے رنجیدہ کرتی ہے وہ بات مجھے بھی رنجیدہ کرتی ہے۔'' ایک تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''فاطمہ میرا حصہ ہے جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ چیز مجھے بھی پریشان کرتی ہے اور جو بات اسے اذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی اذیت دیتی ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا:

''تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔''

اس طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا:

''میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان جماعتوں کی صلح کرائے گا۔'' ❶

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا:

''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت کر۔'' ❷

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ﴾

(الاحزاب: ٦)

''نبی مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

آیت مباہلہ میں ان کو بطور خاص ذکر کرنا ان کے افضل و برتر ہونے کی بہت بڑی دلیل

---

❶ بخاری: ٢٧٠٤. ❷ مسلم: ٢٤٢١.

Marfat.com

ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾﴾ (آل عمران: ٦١، ٦٢)

"پھر جو شخص آپ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے، اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ چکا تو کہہ دیجیے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی، پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، پھر جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ بلاشبہ یہ، یقیناً یہی سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں اور بلاشبہ اللہ، یقیناً وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

حقوق اہل بیت:

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت سے محبت کرنا اور ان کی تعظیم کرنا ایک شرعی فریضہ ہے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "میرے اہل بیت کا خیال رکھنا میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔"

اور یہ اس لیے ہے کہ ان کی محبت رسول اللہ ﷺ کی محبت کا حصہ ہے۔

اہل بیت سے محبت اور ان کی تعظیم کے مندرجہ ذیل تقاضے ہیں:

١: ان سے ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق سلوک کیا جائے۔

٢: رسول اللہ ﷺ پر درود کے وقت ان کے لیے دعا کی جائے۔

٣: ان میں سے نیک لوگوں سے محبت کی جائے ان کا ہم نشین ہو کر ان سے فیض حاصل کیا جائے، ان کی خدمت کی جائے اور ان کی دل جوئی کی جائے اور ان سے شادی بیاہ

Marfat.com

کے سسرالی رشتے قائم کیے جائیں۔

۴: ان کی نصرت وتائید کی جائے، ان کا دفاع کیا جائے اور ان کے مناقب وفضائل بیان کیے جائیں۔

۵: جو ان میں سے نیک نہیں ہیں انہیں نصیحت کی جائے، ان سے شفقت ومحبت کی جائے اور انہیں نیک اہل بیت کا طریقہ اپنانے کی دعوت دی جائے۔

امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تمام اہل بیت سے محبت کرنا اور ان کی عزت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اسی طرح ان سے رواداری اور صبر وتحمل سے پیش آنا اور ان کے لیے دعا کرنا بھی ضروری ہے۔

۶۔ مال غنیمت کے پانچویں حصے اور مال فئی میں ان کا باقاعدہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ﴾ (الانفال: ٤١)

''اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ٧)

''جو کچھ بھی اللہ نے ان بستیوں والوں سے اپنے رسول پر لوٹایا وہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، تاکہ وہ تم میں سے مال داروں کے درمیان ہی گردش کرنے والا نہ ہو اور رسول تمھیں جو کچھ دیں اسے لے لو اور جس سے تمھیں روک دیں اس سے رک جاؤ۔''

Marfat.com

امت مسلمہ کے تمام افراد ہمیشہ سے اہل بیت کے حقوق کو اپنے عقائد میں تاکید کے ساتھ شامل کرتے آئے ہیں۔ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ عقیدہ طحاویہ میں بیان فرماتے ہیں: ''جو شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ ﷺ کی آل مقدس رضی اللہ عنہم کو ہر قسم کے عیب اور خامی سے مبرا قرار دینے کی حسن گفتار کو اپنائے گا وہ منافقت سے پاک ہے۔''

اہل سنت والجماعت کے عقائد بیان کرتے ہوئے آٹھویں صدی ہجری کے شہرہ آفاق عالم شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اہل سنت رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں، ان سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں، ان کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کی نصیحت کا خیال رکھتے ہیں۔ جو انہوں نے غدیر خم کے دن اس طرح ارشاد فرمائی تھی: ''میں تمہیں اہل بیت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔''

اسی طرح جب آپ ﷺ کو قریش کے بارہ میں یہ شکایت پہنچی کہ وہ بنو ہاشم سے سخت رویہ اپناتے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اور میری رشتہ داری کی بناء پر تم سے محبت نہیں کریں گے وہ مومن نہیں ہوں گے۔ ❶

اہل بیت رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اچھے تعلقات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے بارہ میں کی گئی نصیحت کا پورا پورا خیال رکھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں: ''اللہ کی قسم مجھے رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری اپنی ذاتی رشتہ داری سے زیادہ محبوب ہے۔'' نیز فرماتے ہیں کہ ''لوگو! تم ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے اہل بیت کا خصوصی خیال رکھنا۔'' ❷

---

❶ مسند احمد۔ مصنف ابن ابی شیبۃ

❷ بخاری: ۳۷۱۲.

Marfat.com

وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: ''اے ابوالحسن! ہمیں آپ فتویٰ دیں۔''

ایک دن انہوں نے عصر کی نماز پڑھی اور مسجد سے باہر آئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں، انہیں کندھے پر اٹھایا اور رجزیہ شعر پڑھنے لگ گئے:

بِــأَبِـی شَبِیـــهٌ بِــالـنَّبِـیِّ
لَا شِبِیْـــهٌ بِــعَـلِــیِّ

''یہ تو نبی کریم (ﷺ) کا ہم شکل ہے، علی کا ہم شکل نہیں ہے۔''

جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے اور وہ سن کر مسکرا رہے تھے۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا رجسٹر کھولا اور مال کی تقسیم کا آغاز آل رسول ﷺ سے کر دیا حالانکہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ وہ اپنی ذات سے اس کا آغاز کریں گے، لیکن انہوں نے ایسے نہیں کیا بلکہ فرمایا: ''عمر کو اسی مقام پر رہنے دو جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے رکھا ہے۔'' پھر ان کی باری قریش کے بہت سے خاندانوں کے بعد بنو عدی کے ساتھ آئی جو آخری آخری لوگوں میں تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کے سلسلہ میں صحیح ترین سند بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک ہی پہنچتی ہے۔ انہوں نے ہی حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر چادر ڈالنے کی روایت ذکر کی ہے بلکہ وہ مسائل دریافت کرنے والوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا کرتی تھیں، انہوں نے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہو کر رہیں۔

جب عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی نے ان سے پوچھا کہ کس کی بیعت کی جائے تو وہ فرمانے لگیں کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی اختیار کرنا۔''

ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ناپسند کرتا ہوں، ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: ''اللہ تجھے ناپسند کرے تم ایسی شخصیت سے بغض رکھتے ہو جو ان سابقین اوّلین مسلمانوں میں سے ہے جو ساری دنیا سے بہتر ہیں۔''

Marfat.com

اہل بیت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو محبت اور احترام کا احساس دلاتے تھے۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سرچشمہ خیر کا لقب اپنی طرف سے دیتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کہا: اے ابو جحیفہ! کیا میں تمہیں اس امت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل آدمی نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ضرور بتائیے۔ انہوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد ایک تیسرا شخص ہے اس کا انہوں نے نام ذکر نہیں کیا۔ ابو جحیفہ کہتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل سمجھتا تھا۔ ❶

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد چارپائی پر لٹایا گیا تو اٹھائے جانے سے پہلے لوگ چاروں طرف جمع ہو کر ان کے لیے دعائیں کرنے لگ گئے، میں بھی ان میں شامل تھا، مجھے ایک آدمی کا انداز بہت اچھا لگا جس نے مجھے کندھے سے پکڑا میں نے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا: آپ نے اپنے پیچھے کوئی ایسا آدمی نہیں چھوڑا جس کے بارہ میں میری خواہش تھی کہ کاش ان جیسے عملوں کے ساتھ اللہ سے ملوں، اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں تو یقین رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں رفقاء کے ساتھ ملائے گا، میں نے بارہا نبی کریم ﷺ کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا، میں ابوبکر اور عمر گئے، میں ابوبکر اور عمر داخل ہوئے، میں ابوبکر اور عمر آئے اور باہر نکلے۔ ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے بارہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف رائے کیا تھا، اس کے باوجود وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا احترام کرتے تھے۔ ان کی تعظیم کرتے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے تعلق کی قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ بصرہ میں دو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے، ایک شخص نے کہا: ''اماں جان!

---

❶ مسند احمد: ۸۳۵، معجم اوسط طبرانی.

❷ بخاری: ۳۶۸۵، مسلم: ۲۳۸۹.

Marfat.com

اللہ کرے تمہیں اس کا بدلہ نافرمانی کی صورت میں ملے۔" دوسرے نے کہا: "اماں جان! توبہ کرلیں آپ نے غلطی کی ہے۔" یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے قعقاع بن عمرو کو بھیجا جب وہ وہاں پہنچے اور انہیں ان دونوں کے متعلق بتایا تو انہوں نے انہیں سو سو کوڑے لگائے اور ان دونوں کے کپڑے اتار دیئے۔ ❶

امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک جنگ کے بعد ایک ندی میں پڑا ہوا دیکھا تو سواری سے نیچے اترے ان کے چہرے سے گرد وغبار اتارا اور فرمایا: اے ابومحمد! میں سارے شکوے اور دکھ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہوں، یہ بات میرے لیے انتہائی پریشان کن ہے کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں؟ پھر ان کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمانے لگے "کاش میں اس سے بیس سال پہلے فوت ہو چکا ہوتا" وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ میں، طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن کے بارہ میں یہ ارشاد ہوا ہے:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝﴾

(الحجر: ٤٧)

"اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔" ❷

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ابوحبیبہ بیان کرتے ہیں کہ میں عمران بن طلحہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گیا تھا جب وہ اہل جمل سے فارغ ہو چکے تھے۔ انہوں نے عمران کو مرحبا کہتے ہوئے اپنے نزدیک بٹھا لیا اور فرمانے لگے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کے والد کو اپنے اس فرمان کا مصداق بنائے گا۔

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝﴾

(الحجر: ٤٧)

---

❶ الكامل ابن أثير، ج٣/ ١٤٤.   ❷ اسد الغابہ: ٣/ ٨٦.

Marfat.com

''اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

پھر پوچھنے لگے: اے بھتیجے! اس محترم کا کیا حال ہے؟ وہ محترمہ کیسی ہیں؟ انہوں نے ان سے اپنے والد کی آزاد کردہ صاحب اولاد لونڈیوں کا حال دریافت کرنا شروع کیا۔ کونے میں بیٹھے ہوئے دو آدمیوں میں سے حارث اعور نامی ایک شخص کہنے لگا: ''اللہ تعالیٰ بہت بڑا منصف ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں قتل کریں اور وہ جنت میں ہمارے بھائی بن کر رہیں؟'' یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں اٹھ جاؤ اور دفع ہو جاؤ اگر میں اور طلحہ اس سے مراد نہیں تو اور کون ہے؟ پھر فرمایا: بھتیجے! میرے لائق کوئی کام ہو تو آ جایا کرو۔ [1]

آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی رشتہ داریاں:

- رسول اللہ ﷺ نے حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹیوں عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما سے شادی کی۔
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما سے شادی کی تھی۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے تین بیٹوں کے نام ابو بکر، عمر اور عثمان رکھے تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے کی تھی۔
- حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے طلحہ بن عبید اللہ کی بیٹی امّ اسحاق سے شادی کی تھی اور انھوں عبدالرحمٰن بن ابو بکر کی بیٹی حفصہ سے بھی شادی کی تھی اور اپنے بیٹوں کے نام ابو بکر، عمر اور طلحہ بھی رکھے تھے۔
- حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا نام عمر رکھا تھا۔
- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے نانا تھے ان کی والدہ کا نام فروہ تھا، وہ قاسم بن محمد بن ابو بکر کی بیٹی تھیں۔

[1] مستدرك حاكم: ٥٧١٣۔ اس کی سند صحیح ہے۔

Marfat.com

※ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کہا کرتے تھے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دوہری اولاد ہوں۔

صحیح احادیث سے ثابت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی باہمی محبت و الفت ایک ایسی چیز ہے جو شریعت عقل اور نظریات کے تقاضے کے عین مطابق ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے ذریعے لوگوں تک قرآن اور اسلام پہنچا اور یہ لوگ ہی اسلامی اقدار کے پابند تھے۔ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں کو باہمی محبت اور دوستی کو فرض قرار دینا بھی اس کا تقاضا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: ١٠)

”بے شک مومن تو بھائی ہی ہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (التوبة: ٧١)

”اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: ”مسلمانوں کی باہمی محبت وشفقت کی مثال ایسے ہے جیسے ایک جسم ہو جب اس کا کوئی حصہ تکلیف محسوس کرتا ہے تو باقی جسم بھی بخار اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“ [1]

یہ بات تو جانی پہچانی ہے کہ ان کا دور اسلام کا ایک سنہری دور تھا جس میں نفاذ شریعت اور اسلامی تعلیمات پر عمل کسی بھی دوسرے دور کی نسبت کامل ترین صورت میں تھا۔

اس واضح ترین صورت حال کے بعد تاریخ میں بیان کردہ ایسے واقعات جو صحیح احادیث سے متصادم ہیں، وہ سب ناقابل التفات ہیں۔

حدیث نبوی سے متصادم ہونے کی وجہ سے تحقیق وتوثیق کے تنقیدی معیار پر پورے نہیں اترتے۔ ان میں سے بیشتر تعصب اور ذاتی منادات کی پیداوار ہیں۔

جنگ جمل اور جنگ صفین جیسے واقعات جو تاریخ سے ان کے بارہ میں ثابت ہیں ان

[1] بخاري: ٦٠١١، مسلم: ٢٥٨٦.

Marfat.com

کے بارہ میں بھی بُعد زمانی اور عدم یقین کی بنا پر ہم ان کے پس منظر اور حالات وظروف سے ناواقف ہیں۔ تاریخ کے بیان کردہ واقعات متضاد ہیں، بیشتر واقعات تعصبات اور ذاتی اغراض کا کرشمہ ہیں، ایسی صورت میں ہمارا فرض یہ ہے کہ ان کے بارہ میں وہی کہیں جو ہمیں باری تعالیٰ نے یہ کہہ کر راہنمائی فرمائی ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝۱۰﴾ (الحشر: ۱۰)

"اور جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

ان واقعات کے بارہ میں ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معذور سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اجتہاد کیا، کچھ نے صحیح بات معلوم کر لی، انہیں دوہرا ثواب ہے اور کچھ کو غلطی لگ گئی انہیں ایک طرفہ ثواب ہوگا۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے بارہ میں ہمارا یہی فریضہ ہے۔ ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر پہلے پہلے ایمان لانے والے تھے اور اسلام کی سربلندی کے لیے ان کی کوشش ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کی وجہ سے وہ ایمان کی نعمت سے محروم نہیں ہوتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝۹ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰﴾ (الحجرات: ۹۔ ۱۰)

Marfat.com

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مومن تو بھائی بھائی ہی ہیں، لہٰذا اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اس آیت میں دونوں فریق مسلمان قرار پائے ہیں۔

اہل بیت معصوم ہیں نہ صاحب شریعت:

معصوم وہ ہوتا ہے جو غلطی نہ کرے۔ انسانوں میں سے صرف انبیاء ہی وہ شخصیات ہیں جن سے غلطی نہیں ہو سکتی، انہیں اللہ تعالیٰ نے وحی سے نوازا اور اس وحی کی تبلیغ کا حکم دیا اگر ان سے بھی تبلیغ دین میں غلطی سرزد ہوتی تو اس سے دین میں نقص پیدا ہوتا۔

اہل بیت بھی دیگر انسانوں کی طرح اجتہاد کرتے ہوئے غلطی کر سکتے ہیں جو باتیں درست ہیں ان کا انہیں دوہرا ثواب ہوگا اور جس اجتہاد میں ان سے غلطی ہوئی اس کا انہیں ایک طرفہ ثواب ہوگا۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جو صحیحین کے علاوہ دیگر کتب میں کئی سندوں سے اس طرح بیان ہوئی ہے ''میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم ان پر قائم رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسری سے زیادہ وزنی ہے، ایک ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک پہنچنے والی اللہ کی رسی ہے اور دوسری چیز میرا خاندان اور میرے اہل بیت ہیں، یہ دونوں چیزیں حوض کوثر پر میرے پاس پہنچنے تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی۔''[1]

اس حدیث سے یہ بات سمجھنا درست نہیں ہے کہ اہل بیت قرآن وسنت کی طرح اسلام

[1] مسند احمد: ۱۱۱۰۴.

Marfat.com

کا مصدر و ماخذ ہیں۔

کچھ علماء نے اس حدیث کو ضعیف بھی کہا ہے۔ ان کے فیصلے سے قطع نظریہ حدیث اہل بیت کے ہر ہر فرد کی اتباع کے وجوب کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ وہ بیک وقت متعدد بھی ہیں اور ان کی آراء اور فتوے مختلف ہیں اور وہ ایک دوسرے کو غلط بھی کہتے ہیں۔

اتباع اور پیروی صرف ایک ذات کی ہوتی ہے جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن و سنت کی اتباع کو ضروری کہا ہے۔

مذکورہ حدیث کے الفاظ اگر صحیح ثابت ہوں تو اس کا زیادہ سے زیادہ یہ مطلب ہے کہ ان کے طریق کار کو اپنایا جائے جیسے ایک دوسری حدیث میں خلفاء راشدین کے بارہ میں ہے۔

''تم میرا طریقہ اور اللہ کے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا طریق کار اپنائے رکھنا۔''

اہل سنت کا نظریہ ہے کہ خلفاء راشدین معصوم نہیں ہیں اور نہ ہی یہ اپنے طور سے شریعت سازی کر سکتے ہیں بلکہ ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کی اصلاح بھی کرتے ہیں، ان کے فیصلے ایک مجتہد کے فیصلے کی طرح ہیں جسے غلطی کرنے پر ایک ثواب اور درست کہنے پر دوہرا ثواب ہوتا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی انتہائی خوبصورت تشریح کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

اس نصیحت اور بھرپور تاکید کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے نبی سیّدنا محمد ﷺ کی آل کا احترام، ان سے حسن سلوک، ان کی قدر شناسی اور ان سے محبت رکھنا انتہائی تاکیدی فرض ہے، جس میں کوتاہی کرنے والے کا کوئی بھی عذر قابل قبول نہیں ہے۔ (المفہم)

Marfat.com

چوتھی وصیت

انصار سے محبت

Marfat.com

Marfat.com

انصار سے محبت

۱:......سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیّدنا ابوبکر اور عباس رضی اللہ عنہما انصار کی ایک محفل کے پاس سے گزرے انہوں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، جب ان سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہمیں نبی کریم ﷺ کا اپنے ساتھ بیٹھنا یاد آیا ہے، پھر انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور انہیں یہ بات بتائی۔ نبی کریم ﷺ اپنے اوپر چادر لپیٹ کر باہر تشریف لائے، منبر پر چڑھ گئے، جبکہ اس دن کے بعد وہ منبر پر نہیں چڑھ سکے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا ''میں تمہیں انصار سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، وہ میرے جسم و جان ہیں۔ جو ان کی ذمہ داری تھی وہ انہوں نے پوری کر دی ہے اب ان کا حق دینا باقی ہے، تم ان میں سے حسنِ سلوک کرنے والے کا احسن انداز قبول کرنا اور غلط انداز اختیار کرنے والے سے درگزر کرنا۔'' ❶

۲:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے آپ نے اپنے کندھوں کو ایک چادر کے ذریعے لپیٹ رکھا تھا سر پر ایک چکنا رومال تھا، آپ ﷺ منبر پر بیٹھ گئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا ''لوگو! سن لو: لوگ بڑھتے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ کھانے میں نمک کے برابر ہو جائیں گے۔ تم میں سے جس شخص کو کوئی منصب وعہدہ ملے وہ ان میں سے نیک آدمی کی نیکی قبول کرے اور ان میں سے بُرے شخص کی برائی سے درگزر کرے۔'' ❷

۳:...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زبان

---

❶ بخاری: ۳۷۹۹، مسلم: ۲۵۱۰.

❷ بخاری: ۳۸۰۰.

Marfat.com

اقدس سے سنا انہوں نے فرمایا ''مسلمان انصار سے محبت کرے گا اور منافق ان سے بغض رکھے گا اور عداوت بھی رکھے گا۔ جو ان سے محبت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا اور جو انہیں پسند نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرے گا۔'' ❶

۴:...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''انصار سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے اور ان سے بغض وعداوت نفاق کی نشانی ہے۔'' ❷

۵:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ انصار کو ناپسند نہیں کرتا۔'' ❸

۶:...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے فرماتے ہیں کہ ایک انصاری خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے دو دفعہ فرمایا: ''میں اس ہستی کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میرے پسندیدہ لوگ ہو۔'' ❹

۷:...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ بچوں اور خواتین کو ایک شادی سے واپس آتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ اور فرمانے لگے تم میرے پسندیدہ لوگوں میں سے ہو۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں تم انصار میرے پسندیدہ لوگ ہو۔ ❺

۸:...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قریش اور کچھ عرب قبیلوں کو تحفے دیئے اور انصار صحابہ کو کچھ نہ ملا تو اس قبیلے نے اس چیز کو اپنے دل میں برا منایا۔ حتیٰ کہ لوگوں کی زبان پر بہت سی باتیں آئیں.......... اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''اے انصار

---

❶ بخاری: ۳۷۸۴، مسلم: ۷۴.
❷ بخاری: ۳۷۸۳، مسلم: ۷۵.
❸ مسلم: ۷۶.
❹ بخاری: ۳۷۸۶.
❺ بخاری: ۳۷۸۵، مسلم: ۲۵۰۸.

Marfat.com

کے لوگو! تمہاری طرف سے مجھ تک پہنچنے والی ان باتوں کی کیا حقیقت ہے؟ کیا تم مجھ سے ناراض ہو گئے ہو؟ کیا جب میں تمہارے پاس آیا تو تم بھٹکے ہوئے نہیں تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی۔ تم غریب تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت مند بنایا۔ تم آپس میں دشمن تھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی؟ انہوں نے عرض کیا بالکل ایسے ہی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تو اور بھی زیادہ محسن اور صاحب فضل ہیں، پھر آپ نے سوال کے انداز میں پوچھا: اے انصار کے لوگو! تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم کیا جواب دیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول میں تو محض فضل و کرم ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو اور تم سچ ہی کہو گے، آپ ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ آپ کو جھٹلایا گیا تھا ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ ﷺ کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا گیا تھا ہم نے آپ کی مدد کی، آپ کو دھتکارا گیا تھا، ہم نے آپ کو ٹھکانا دیا، آپ محتاج تھے ہم نے غمخواری اور غمگساری کی، اے انصار کے لوگو! تم اپنے جی میں دنیا کی محبت کی خاطر مجھ سے ناراض ہو گئے ہو جس کے ذریعے میں نے لوگوں کو مانوس کیا تھا تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور تمہیں تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا تھا۔ اے انصار کے لوگو! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے گھروں میں لے کر جاؤ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی کا ایک فرد ہوتا، اگر سارے لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں بھی انصار ہی کی گھاٹی میں چلوں گا، اے اللہ! انصار پر رحم فرما، انصار کے بیٹوں اور ان کے پوتوں پر رحم فرما۔

آپ کا خطاب سن کر لوگ اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے ہم راضی ہیں کہ ہمارے نصیب میں رسول اللہ ﷺ ہوں، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ واپس ہو گئے اور لوگ بھی بکھر گئے۔ ❶

---

❶ مسند أحمد: ۱۱۷۳۰۔ اصل حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

Marfat.com

انصار کون ہیں؟ اور انہیں یہ افضلیت کیوں حاصل ہے؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''انصار'' ''ناصر'' کی جمع ہے جیسے اصحاب ''صاحب'' کی جمع ہے یا یہ ''نصیر'' کی جمع ہے جیسے اشراف ''شریف'' کی جمع ہے اس میں لام تعریف عہد کے لیے ہے، اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے رفقاء ہیں جن کا اوس اور خزرج سے تعلق تھا اس سے پہلے وہ بنو قیلہ کے نام سے مشہور تھے اس کا معنی ہے دونوں قبیلوں کی جڑ، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو انصار کا نام دیا اب یہ ان کا مستقل نام بن چکا ہے ان کی اولاد، اولاد در اولاد اور ان کے حلیفوں اور آزاد کردہ غلاموں کو بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ [1]

انھیں یہ شرف کافی ہے کہ ان کی ثناء کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید بنا دیا ہے جس کی رہتی دنیا تک تلاوت ہوتی رہے گی۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾

(الحشر: ۹)

''اور جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئے اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جسے اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔''

اللہ کی قسم ہے، یہ خوبیاں لوگوں میں شاذ و نادر ہی پائی جاتی ہیں۔ ان سب کا کسی ایک شخص یا جماعت میں اکٹھا ہونا تو انتہائی کم ہے، سید قطب رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

---

[1] فتح الباری.

Marfat.com

کہ ''انصار کے اہم امتیازات کی یہ ایک روشن اور سچی تصویر ہے۔ اگر یہ جماعت جو ان خوبیوں میں منفرد اور مشہور زمانہ ہے اگر یہ صفحہ تاریخ میں موجود نہ ہوتی تو لوگ ان چیزوں کو خواب پریشان اور ناقابل تعبیر سمجھتے اور محض تصور کی تخلیق کردہ اقدار سمجھتے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ سے مراد ''دار الہجرت'' ہے۔ جس میں مہاجرین سے پہلے انصار آباد تھے، اسی طرح انہوں نے اس میں ایمان کو پناہ گاہ بنایا گویا ایمان ان کا گھر بار ہے۔ یہ ایسی شاندار تعبیر ہے کہ ایمان کے متعلق انصار کے موقف کی بہترین تصویر کشی کرتی ہے۔ واقعی ایمان ان کا گھر، ان کی رہائش گاہ اور ان کا وطن مألوف ہے، جس میں ان کے دل رہائش پذیر ہیں اور یہ ان کی روحوں کا مسکن ہے، جس میں وہ پناہ لیتے اور اطمینان حاصل کرتے ہیں، بالکل ایسے ہی جیسے آدمی اپنے گھر میں واپس آ کر اطمینان وسکون حاصل کرلیتا ہے۔

﴿يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا﴾ (الحشر: ۹)

''وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئے اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے۔''

محبت بھرے جس والہانہ انداز سے انصار نے مہاجرین کا استقبال کیا، ان کا بوجھ اٹھانے اور اپنے کاروبار میں شامل کرنے سے جس ایثار کا مظاہرہ کیا، تاریخ انسانی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

﴿وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا﴾ (الحشر: ۹)

''اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے۔''

یعنی اگر مہاجروں کو کسی موقع پر زیادہ عزت واحترام یا مال فئی میں سے مخصوص دولت مل جائے تو انصار کو اس کا بھی قلق واضطراب نہیں ہوتا۔

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر: ۹)

Marfat.com

"اور وہ اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو۔"

ضرورت کے باوجود کسی چیز کو اپنے بھائی کے لیے قربان کرنا اعلیٰ ترین اقدار میں سے ہے، انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس درجے تک ایثار کرتے تھے کہ اس کی مثال آج تک انسانیت نے مشاہدہ نہیں کی، ہر موقع، ہر حالت اور ہر طریقے سے نئے اور پرانے عام انسانی رواج سے ہٹ کر انہوں نے اسے اپنایا۔

﴿وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾

"اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔"

یہ بخل جو دل میں پایا جاتا ہے یہی ہر اچھے کام کے سامنے رکاوٹ ہے۔ اچھا کام کسی طرح بھی ہوسکتا ہے، دولت خرچ کرنے کے ذریعے، جذبات کے اظہار کے ذریعے، محنت و مشقت اٹھا کر اور اگر ضرورت پڑے تو جان قربان کر کے بھی۔ جو شخص دل کا بخیل ہے وہ کسی بھی صورت میں نیکی نہیں کرے گا، اسے ہمیشہ اپنے سے غرض ہوتی ہے۔ وہ دینے کا کبھی اہتمام نہیں کرتا۔ اس لیے جو شخص دل کے بخل سے بچے گا وہ نیکی کرنے کی اس رکاوٹ سے محفوظ ہوگا، وہ اسے کچھ نہ کچھ دے کر اور صرف کر کے سخاوت کے ذریعے سرانجام دے گا اور یہی حقیقی کامیابی ہے۔

یہ آیت کریمہ انصار صحابہ میں پانچ اعلیٰ خوبیاں پائی جانے کی واضح دلیل ہے۔

(۱)...... وہ ایمان کو جائے پناہ سمجھتے تھے۔

(۲)...... وہ ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے تھے، انہیں جس طرح اجنبیوں کو عموماً محض اجنبی ہونے کی بنا پر ناپسند کیا جاتا ہے وہ ایسے انہیں ناپسند نہیں کرتے تھے۔

(۳)...... ان کے دل حسد سے خالی تھے، وہ اجنبیوں کو دنیا حاصل کرتے دیکھ کر حسد نہیں کرتے تھے۔

(۴)...... وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے، خواہ انہیں چیز کی خود بھی ضرورت ہوتی ہو۔

Marfat.com

(۵)......وہ اخلاقی بخل اور طبعی ناشائستگی سے محفوظ تھے۔

جس شخص میں یہ خوبیاں موجود ہوں وہ دوستی اور محبت کا حقدار ہوتا ہے اور اس درجے پر فائز ہوتا ہے کہ اس سے محبت اور دوستی ایمان کا حصہ قرار پائے اور وہ اس لائق ہوتا ہے کہ رسول رحمت ﷺ افراد امت کو اس سے محبت کرنے کی تلقین کریں۔

انصار کے حقوق:

ا:...... ان کی تعریف کر کے اور ان کی تعظیم کر کے اور تکریم کے ذریعے ان سے محبت کا اظہار کیا جائے، ان کی خوبیاں بیان کی جائیں اور ان پر کیچڑ اچھالنے والوں کو روکا جائے۔ اس سے متعلق احادیث بیان ہو چکی ہیں۔ ان سے محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام سے محبت کی دلیل ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''انصار سے محبت کرنا، ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے عداوت نفاق کی علامت ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو شخص بھی انصار کی خدمات معلوم کرے گا کہ کس طرح انہوں نے روزِ اول سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کی اور اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے بھی محبت ہو تو وہ یقیناً ان سے محبت کرے گا۔ اس کی یہ محبت اس کے دل میں ایمان کے وجود کی علامت ہوتی ہے۔ اور جو شخص انہیں ناپسند کرے گا، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلوبہ ایمان نہیں ہوتا۔

انصار سے محبت ایک عمومی محبت ہے، چنانچہ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انصار سے محبت کرنا ان سب کی برتری کی بناء پر ہے، یہ برتری ان کے علاوہ دوسروں کو حاصل نہیں ہے۔ اور یہ بھی نہیں کہ ان میں سے کچھ کو یہ برتری حاصل ہو اور کچھ کو حاصل نہ ہو۔ [1]

۲:...... دوسری چیز انہیں ناپسند کرنے سے بیزاری کا اظہار کرنا ہے اس کی دلیل سابقہ احادیث ہیں، اہل علم نے انہیں ناپسند کرنے کو کبیرہ گناہوں میں سے شمار کیا ہے۔ امام ابن حجر

---

[1] الإحكام.

Marfat.com

ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''چار سو چونسٹھ اور پینسٹھ نمبر پر کبیرہ گناہ یہ ہے کہ انصار کو ناپسند کیا جائے اور کسی صحابی کو گالی دی جائے۔ ❶

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے ''انصار سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے اور انصار کو ناپسند کرنا نفاق کی علامت ہے۔'' آپ ﷺ نے انصار کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے: ''ان سے مسلمان محبت کرے گا اور منافق ان سے بغض رکھے گا۔'' جو ان سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرے گا۔'' ❷

امام مسلم کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ انصار سے بغض نہیں رکھتا۔''

۳:...... ان کی معمولی نیکی پر بھی خوش ہوا جائے اور ان سے سرزد ہونے والی غلطی سے درگزر کیا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی یہی حکم دیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سابقہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں ''جو شخص تم میں سے کسی عہدے پر فائز ہو وہ ان میں سے احسن انداز اختیار کرنے والوں پر خوش ہو اور برا انداز اپنانے والوں سے درگزر کرے۔'' ❸

۴:...... ان کا چوتھا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور دین اسلام کی سربلندی میں ان کا انداز اپنانے کی کوشش کی جائے، جن خوبیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں موصوف قرار دیا ہے۔ انہیں اپنانے کی سرتوڑ کوشش کی جائے کیونکہ محبت محبوب کی طرح ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔

---

❶ الزواجر.

❷ بخاري: ٣٧٨٣، مسلم: ٨٧٥.

❸ بخاري: ٣٧٨٣.

Marfat.com

پانچویں وصیت

مسلم حکمرانوں کی فرمانبرداری

Marfat.com

Marfat.com

مسلم حکمرانوں کی فرمانبرداری

۱:...... حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی، میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا ایک رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر آگے آگے جا رہا ہے اور دوسرا شخص گرمی سے بچاؤ کے لیے آپ کے سر مبارک پر کپڑا تانے ہوئے ہے۔ اسی حالت میں آپ نے ''جمرہ عقبہ'' کو کنکریاں ماریں پھر واپس ہوئے تو لوگ رُکے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے اپنی چادر دائیں بغل کے نیچے سے گزار کر بائیں کندھے پر رکھی ہوئی تھی پھر آپ نے بہت سے ارشادات فرمائے، آپ کے ارشادات میں یہ بات بھی شامل تھی ''اگر تم پر کوئی ناقص الخلقت سیاہ فام غلام بھی امیر بن جائے وہ تمہاری قیادت اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ذریعے کرے تو تمہیں اس کی بات کو سننا اور اس پر عمل کرنا ہوگا۔'' ❶

۲:...... حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دوران ہمیں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ نمازیں پڑھو، اپنے مال کی زکاۃ ادا کرو اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو۔'' ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں ''اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو، تم باری تعالیٰ کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' ❷

۳:...... حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ نماز فجر کے بعد ایسا پُر تاثیر وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل کانپ اٹھے، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! شاید یہ الوداعی وعظ ہے، کیا آپ ہمیں کوئی

---

❶ مسلم: ۱۲۹۸ .

❷ ترمذی: ٦١٦، ابن حبان: ٤٥٦٣ .

Marfat.com

وصیت فرمائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور حکمرانوں کی بات سن کر اس پر عمل کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، خواہ وہ حکمران حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ جو تم میں سے باقی رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ تم ان حالات میں نو پیدا شدہ کاموں سے بچ کر رہنا کیونکہ یہ گمراہی ہیں، جو شخص ایسی صورت حال دیکھے وہ میرے طریق کار اور میرے خلفائے راشدین کے طریق کار پر گامزن رہے، اسے انتہائی مضبوطی سے اپنا لو۔" [1]

مسلم حکمرانوں کی اطاعت کرنا فرض ہے:

مذکورہ احادیث سے امور زندگی کی اصلاح کے لیے اربابِ اختیار کی اہمیت کھل کر سامنے آتی ہے اور یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام تر معاملات ان اربابِ اختیار کی اطاعت و فرمانبرداری کے بغیر درست نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی یہ حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ (النسآء: ٥٩)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔"

مشہور مفسر ابن عطیہ اپنی تفسیر "المحرر الوجیز" میں فرماتے ہیں کہ بیشتر حضرات جن میں حضرات ابو ہریرہ، ابن عباس، ابن زید رضی اللہ عنہم اور دیگر اہل علم بھی شامل ہیں ان کے نزدیک اولی الامر سے مراد ارباب اقتدار ہیں۔

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی نے "اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ" کی تفسیر میں اختلاف ذکر کرتے

---

[1] احمد: ١٧١٤٤، ابوداود: ٤٦٠٧، ترمذی: ٢٦٧٦، ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔

Marfat.com

ہوئے لکھا ہے کہ میرے نزدیک صحیح رائے یہ ہے کہ اس سے مراد حکمران اور علماء دونوں ہیں۔ حکمران اس لیے مراد ہیں کہ معاملات ان سے شروع ہوتے ہیں اور فیصلہ بھی ان کے پاس جاتا ہے اور علماء اس لیے شامل ہیں کہ عوام پر ان سے مسائل معلوم کرنا واجب ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جہاں اللہ تعالیٰ نے حکمرانوں کو رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم دیا ہے وہاں رعایا کو حکمرانوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النسآء: ۵۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔''

اسی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حکمران پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے اور امانت ادا کرے، جب وہ ایسا کرے تو رعایا پر فرض ہے کہ وہ اس کی بات سنیں اور مانیں۔ ❶

نیز انہوں نے مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْ

❶ تفسیر رازی.

Marfat.com

لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

(النسآء: ۸۳)

''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔''

اُولِی الْاَمْرِ کی تفسیر کے بارہ میں دو رائے ہیں:

(۱)...... پہلی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد اہل علم اور مجتہد علماء ہیں۔

(۲)...... دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے مراد فوج کے کمانڈر ہیں، جنہوں نے اس رائے کو پہلی رائے پر ترجیح دی ہے وہ کہتے ہیں کہ اُولِی الْاَمْرِ سے مراد وہی ہو سکتے ہیں جن کا حکم عوام پر چلتا ہے، جبکہ اہل علم اس پوزیشن میں نہیں ہیں۔ ❶

ان تعلیمات اور احکام الٰہی کی تاکید امت کے بہی خواہ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے حدیث میں فرمائی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم بات کو سنو اور اس پر عمل کرو، خواہ تم پر کوئی حبشی غلام نگران بن جائے۔ جس کا سر منقے جیسا ہو۔'' ❷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم تنگی اور آسانی دونوں صورتوں میں لازماً بات کو سنو اور اس پر عمل کرو اسی طرح خوشی اور ناخوشی میں بھی۔'' ❸

---

❶ تفسیر کبیر.

❷ بخاری: ۷۱۴۲.

❸ مسلم: ۱۸۳۶.

Marfat.com

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سلمہ بن یزید جعفی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ یہ فرمائیں کہ اگر ہمارے اوپر ایسے حکمران مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں اور ہمارے حقوق ہمیں نہ دیں تو ہم کیا طریقہ اختیار کریں؟ آپ ﷺ نے یہ سن کر اپنا رخ موڑ لیا، پھر انہوں نے آپ ﷺ سے دوبارہ پوچھا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تم ان کی بات سنو اور مانو ان پر ان کا بوجھ ہے اور تمہارے ذمے تمہارا فرض ہے۔'' ❶

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے امیر کی کوئی بات ناپسند کرے وہ صبر سے کام لے، جو شخص حکمران کی اطاعت سے ایک بالشت بھی ہٹ گیا اور اسی حالت میں مر گیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔'' ❷

حکمرانوں کی اطاعت کس حد تک کی جائے؟

بیان کردہ آیات واحادیث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلام میں حکمرانوں کی بات پر عمل کرنا بہت زیادہ اہم ہے خواہ نیک ہوں یا فاسق و فاجر۔ اس میں جان و مال کا تحفظ اور لوگوں کے حالات کی درستی اور ان کی سلامتی مضمر ہے، تاہم یہ بات بھی علم میں رہے کہ ان کی فرمانبرداری اچھے کاموں تک محدود ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: ''ان کی فرمانبرداری صرف نیکی کے کاموں میں ضروری ہے۔'' ❸

ہر کام میں فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے، اگر حکمران کوئی نافرمانی کی بات یا خلاف شریعت کام کرنے کو کہیں تو ان کی فرمانبرداری نہ کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان شخص

❶ مسلم: ١٨٤٦.

❷ بخاری: ٧٠٥٣، مسلم: ١٨٤٩.

❸ بخاری: ٧١٤٥، مسلم: ٤٧٦٦.

Marfat.com

کے لیے ضروری ہے کہ وہ بات سنے، اور مانے اسے پسند ہو یا ناپسند، بشرطیکہ اسے اللہ کی نافرمانی کرنے کو نہ کہا جا رہا ہو۔ اگر اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے تو نہ بات سنے اور نہ اطاعت کرے۔'' (1)

خالق کی نافرمانی کی صورت میں مخلوق کی اطاعت کا کوئی تصور نہیں ہے، یہاں ایک باریک نکتہ ہے جو بیشتر لوگوں سے مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ نافرمانی کے کام میں اطاعت نہ کرنے کا لازماً یہ مطلب نہیں کہ ان کے خلاف بغاوت کی جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس مخصوص کام میں ان کی بات نہ مانی جائے اور دیگر کاموں میں مذکورہ بالا دلائل کی رو سے ان کی عمومی اطاعت ضروری ہے۔

سلف صالحین کے ہاں اس کا معنی سمجھنے کے لیے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی خلیفہ وقت معتصم اور واثق کے ساتھ پیش آمدہ واقعہ بطور مثال ملحوظ رہے۔ یہ دونوں حکمران امام موصوف کو خلق قرآن کا قائل ہونے کو کہتے رہے۔ امام احمد ان کی بات نہیں مانتے تھے۔ اس کے باوجود باقی کاموں میں انہوں نے ان کی اطاعت کی اور انہوں نے ان کے خلاف بغاوت کرنے سے منع فرمایا۔

ایک دوسری بات یہ ہے کہ حکمرانوں کی اطاعت اور ان سے محبت کرنا، دونوں لازم و ملزوم نہیں ہیں۔

اسی طرح ان کے فسق و فجور اور ظلم کی بنا پر انہیں ناپسند کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے خلاف بغاوت ضروری ہے یہ بات انتہائی باریک اور محور لغزش ہے اور اسے نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے فسادات ہوتے ہیں، یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ان کے فاسق و فاجر ہونے کی وجہ سے انہیں ناپسندیدہ سمجھا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی بات کو سنا اور مانا جائے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس کی دلیل حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ یہ حدیث

---

(1) بخاري: ٢٩٥٥، مسلم: ٤٧٦٣.

Marfat.com

ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جنہیں تم پسند کرو اور وہ تمہیں پسند کریں۔ تم ان کے لیے دعائیں کرو وہ تمہارے لیے دعائیں کریں اور تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جنہیں تم ناپسند کرو اور وہ تمہیں ناپسند کریں۔ تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔'' یہ سن کر ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا انہیں منصب سے ہٹا دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں جب تک وہ نماز قائم کریں، نہیں جب تک وہ نماز قائم کریں۔ ❶

حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا حرام ہے:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا ان سے جنگ وجدال کرنا، تمام مسلمانوں کے اجماع واتفاق کی روشنی میں حرام ہے خواہ وہ فاسق اور ظالم بھی ہوں، اس مسئلے سے متعلق بہت سی احادیث موجود ہیں۔ ❷

نامور امام ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تمام فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ غلبہ حاصل کرنے والے حکمران کی اطاعت اور اس کے ساتھ مل کر جہاد کرنا فرض ہے۔ اس کے حکم کی تعمیل اس کے خلاف بغاوت کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اس میں جانوں کا تحفظ اور معاشرے کا سکون ہے۔ اس سے واضح کفر صادر ہونے کے علاوہ کوئی بات بھی اس کے حکم کی تعمیل سے مستثنیٰ نہیں ہے۔'' ❸

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حکمرانوں کے ظلم کے باوجود ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے۔ اور نہ ہی انہیں بددعا دی جائے، ان کی اطاعت ترک نہ کی جائے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے، بشرطیکہ وہ

---

❶ مسلم: ١٨٥٥.

❷ شرح صحيح مسلم.

❸ فتح الباری.

Marfat.com

شریعت کی نافرمانی کا حکم نہ کریں اور ہم ان کے لیے بہتری اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ ❶

ہمارے اسلاف کی اس مسئلہ میں متفقہ رائے میں حکمت یہ ہے کہ حکمرانوں کے خلاف بغاوت کا نتیجہ تباہی و بربادی اور لوگوں کی پریشانی اور بے چینی ہے جس کی موجودگی میں نہ دین محفوظ رہتا ہے اور نہ دنیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لوگوں کی اصلاح حکمران ہی کرسکتا ہے وہ نیک ہو یا فاسق و فاجر، اگر وہ فاسق و فاجر ہو تو اس کی اطاعت کر کے مسلمان اپنے رب کے عبادت گزار ہوں گے اور اس فاسق و فاجر کو اس کی مدت اقتدار تک اس کا بوجھ اٹھانا ہوگا۔ ❷

امام ابوحارث صائغ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بغداد میں ایک حادثہ رونما ہونے پر لوگوں کی بغاوت کے بارہ میں پوچھا، میں نے کہا: اے ابوعبداللہ! ان لوگوں کی بغاوت شریعت کی رو سے کیا حیثیت رکھتی ہے؟ انہوں نے اس کی تردید کی اور فرمانے لگے، ارے بھائی! یہ تو خونریزی ہے، خون ریزی۔ میں اس کا قائل نہیں ہوں اور نہ ایسا کرنے کو کہوں گا۔ ایسی حالت میں صبر کرنا ایسے فتنے سے بہتر ہے جس میں خونریزی ہو، لوگوں کے مال و دولت لوٹے جائیں اور عزت و آبرو پامال ہو۔ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پُرفتن دور میں کیا صورت حال تھی؟ کیا آج بھی آپ اس فتنے میں مبتلا نہیں ہیں؟ پھر فرمایا: آج صورت حال وہی ہے پھر بھی یہ فتنہ ہے، اگر تلوار اٹھے گی تو فتنہ بڑھے گا، زندگی کے راستے بند ہو جائیں گے صبر سے کام لو یہی بہتر ہے اور اسی میں تمہارے دین کا تحفظ ہے۔"

اسلامی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر آنے والی پہلی آزمائش یہ تھی کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی

---

❶ عقيده طحاويه.

❷ تفسير ابن جرير.

Marfat.com

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت ہوئی، حکمران کی اطاعت کی خلاف ورزی کے ذریعے کبھی امت مسلمہ یا دین اسلام کو اچھا نتیجہ حاصل نہیں ہوا۔

حکمرانوں کی خیر خواہی:

حضرت تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دین اسلام سراپا خیر خواہی ہے، یہ سن کر ہم نے عرض کیا کس کی خیر خواہی کی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمان حکمرانوں اور مسلمان عوام کی خیر خواہی۔''[1]

حکمرانوں کا رعایا پر سب سے بڑا حق یہ ہے کہ وہ ان کی خیر خواہی کریں، خیر خواہی کا مفہوم وعظ ونصیحت اور امر و نہی سے وسیع تر ہے، حکمرانوں کی خیر خواہی اچھی بات کی تلقین، برائی سے اجتناب کی تلقین، نیکی کا راستہ بتانے اور برائی سے بچنے کا راستہ بتانے کے ذریعے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے تین کام پسند کرتا ہے اور تین کاموں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو، تم سب اتفاق کے ساتھ اللہ کے حکم کی تعمیل کرو اور فرقہ واریت سے بچو اور اپنے حکمرانوں کی خیر خواہی کرو۔''[2]

اس طرح ان کے متعلق دل کا صاف ہونا، ان سے خیانت نہ کرنا، انہیں دھوکہ نہ دینا اور ان سے بدسلوکی کا ارادہ نہ کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ''منیٰ'' کے میدان میں ''مسجد خیف'' میں خطاب کے دوران ارشاد فرمایا: ''کسی مسلمان کا دل تین چیزوں میں خیانت نہیں کرتا، عمل میں اخلاص، حکمرانوں

---

1. مسلم: ٥٥.
2. مؤطا امام مالك، كتاب الكلام وتركة النبى، باب ما جاء فى اضاعة المال وذى الوجهين: ١٨٠٢، ابن حبان.

Marfat.com

کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت بندی اپنانے میں۔''❶

اس کے ساتھ ساتھ ان کے لیے توفیق الٰہی کی دعا کی جائے اور ان کا تعاون کیا جائے، اس کی برکت رعایا کو حاصل ہوتی ہے۔ اسی کے پیش نظر حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے بارہ میں ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: ''اگر مجھے معلوم ہو کہ میری ایک دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے تو میں اسے مسلم حکمران کے لیے محفوظ کرلوں۔'' اس مقولے سے امام موصوف کے فہم دین کا اندازہ لگالیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بے بہا رحمت فرمائے۔

---

❶ ترمذی: ٢٨٤٩، حاکم: ٢٩٧، نیز حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

Marfat.com

چھٹی وصیت

مسلمان کا احترام

Marfat.com

Marfat.com

مسلمان کا احترام

۱۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے روز حجۃ الوداع والے سال منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آج کونسا دن ہے؟ ہم یہ سمجھ کر خاموش رہے کہ آپ اس کا کوئی اور نام لیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا یہ وہی دن ہے، پھر دریافت فرمایا، یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم یہ سمجھتے ہوئے خاموش رہے کہ آپ ﷺ اس کا کوئی اور نام لیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحج کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ پھر فرمایا: یہ کونسا شہر ہے؟ کیا یہ شہر (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر فرمایا: تمہارے جان، مال، عزت وآبرو ایک دوسرے کے لیے ایسے ہی قابل احترام ہیں جیسے یہ دن اس مہینے اور اس شہر میں قابل احترام ہے۔ ❶

۲۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے دوران مجھے حکم دیا کہ لوگوں کو خاموش کراؤ، پھر فرمایا: ''میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کے گلے کاٹنے لگ جاؤ۔'' ❷

اسلامی اخوت ایک انتہائی مضبوط اور طاقتور رشتہ ہے، ارشاد رب العزت ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: ١٠)

''مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ﴾ (التوبة: ٧١)

''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

---

❶ بخاري: ١٧٤١، مسلم: ٤٣٨٦. ❷ بخاري: ١٢١، مسلم: ٢٢٣.

Marfat.com

شریعت اسلامیہ نے اسے پختہ اور مستحکم کرنے کے لیے جو کام اسلامی اخوت کو مضبوط بناتا ہے اسے کرنے کا حکم دیا ہے اور جو اس میں خلل پیدا کرنے کا باعث ہے اس سے منع کر دیا ہے۔

اسلام نے بلاکم و کاست مسلمان کے مسلمان پر حقوق بیان کیے ہیں اور مسلمان کے مقام اور اس کے احترام کی عظمت واضح کی ہے۔ کسی بھی مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی جان، دولت اور عزت و آبرو کے درپے ہونا حرام ہے۔ نبی ہدایت و رحمت ہمیشہ ان حقوق کی حفاظت کرنے اور ان کی مقررہ حدود سے تجاوز نہ کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ اسی بنا پر آپ ﷺ کی زبان اقدس سے اس عظیم اجتماع میں یہ پُر اثر بات صادر ہوئی جس میں آپ ﷺ نے مسلمان کے احترام کو موقع و محل کی مناسبت سے تمام تر تاکیدی الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر درود و سلام ہو، آپ اپنی امت کے کتنے خیر خواہ اور ان پر کس قدر مشفق تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ کو دیکھ کر فرمایا: ''تم کتنی عظمت کے مالک ہو، تم کتنے قابل احترام ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کا احترام تجھ سے زیادہ ہے۔''❶

مسلمان کی جان کا تحفظ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝﴾ (النساء: ٩٣)

''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ .))❷

---

❶ ابن ماجة: ٣٩٣٢۔ محقق نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ ترمذی میں یہ حدیث نہیں ملی۔

❷ بخاري: ٦٠٤٤، مسلم: ٢٢١.

Marfat.com

''مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔''

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے کسی بھی مسلمان کو تین جرائم میں سے کسی جرم کے بغیر قتل کرنا، جائز نہیں ہے، شادی شدہ زانی کو، قتل کے بدلے قتل اور دین اسلام کو چھوڑ کر مسلمانوں سے الگ ہونے والا۔'' ❶

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: ''کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی نسبت پوری دنیا کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ آسان ہے۔'' ❷

نبی کریم ﷺ نے مسلمان کے اسلام کی علامت یہ قرار دی ہے کہ باقی مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں۔

اور فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں۔ ❸

مسلمان کی عزت کا تحفظ:

مسلمان کی عزت کا مقام اس کی جان سے کم نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ (الاحزاب: ۵۸)

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کیا ہو یقیناً انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور بلند آواز سے فرمایا:

''اے وہ لوگو! جو صرف زبان سے ایمان لائے ہو اور جن کے دلوں تک ایمان نہیں پہنچا، مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے عیب تلاش کیا کرو، جو شخص کسی مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کر دے گا اور جس کا

---

❶ بخاری: ٦٨٧٨، مسلم: ٤٣٧٥.

❷ سنن کبریٰ نسائی: ٣٤٣٥، ابن ماجة: ٢٦١٩۔ محقق نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔

❸ بخاری: ١٠، مسلم: ١٦١.

Marfat.com

عیب اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے لگے وہ اسے گھر کے تہہ خانے میں بھی رسوا کر دیتا ہے۔''❶

میرے بھائی! اس کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہی کافی ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''سود کے تہتر دروازے ہیں، سب سے چھوٹا دروازہ ماں سے زنا کی طرح ہے اور مسلمان بھائی کو بے عزت کرنا سب سے بڑا سود ہے۔''❷

ہم اس سے اندازہ لگالیں کہ مسلمان کی شان کتنی بلند ہے اور اس کی عزت و آبرو کتنی نازک ہے۔

مسلمان کے مال و دولت کا تقدس:

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: ''کسی مسلمان کی کوئی چیز اس کی خوشی کے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔''❸

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو شخص کسی مسلمان بھائی کا مال قسم اٹھا کر ناحق طریقے سے لے گا جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔''❹

ایک جامع قسم کی تخویف آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے: ''آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے؟ انہوں نے کہا، ہمارے ہاں مفلس وہ ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ اور سامان نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کو نماز روزہ لے کر آئے گا اور وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس نے ایک شخص کو گالیاں دی ہوں گی، دوسرے پر الزام لگایا ہوگا، ایک کا مال کھایا ہوگا، ایک کو قتل کیا ہوگا اور ایک کو مارا پیٹا ہوگا، ہر ایک کو اس کی نیکیوں میں سے کچھ کچھ نیکیاں دی جائیں گی اس کے بعد اگر اس کی نیکیاں واجبات کی ادائیگی سے پہلے ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ اٹھا کر اس پر پھینک دیے جائیں گے پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔''❺

---

❶ ابن حبان : ۵۷۶۳ ، مسند احمد : ۱۹۷۷۶ ، ترمذی : ۲۱۵۱۔ ابوداؤد : ۴۸۸۰ .

❷ حاکم : ۵/ ۸۱۲۔ نیز حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ❸ مسند احمد .

❹ مسلم : ۱۳۸ . ❺ مسلم : ۲۵۸۱ .

Marfat.com

ساتویں وصیت

خواتین سے حسن سلوک

Marfat.com

Marfat.com

خواتین سے حسن سلوک

ا:...... عمرو بن احوص رحمہ اللہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور وعظ ونصیحت کی اور فرمایا: لوگو! عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آیا کرو۔ یہ تمہارے ہاں (رہنے کی) پابند ہیں اس کے علاوہ تم ان پر کوئی اختیار نہیں رکھتے بشرطیکہ وہ کسی کھلی فحاشی کی مرتکب نہ ہوں اگر وہ ایسے کریں تو ان سے ہم بستری چھوڑ دو اور انہیں ایسی سرزنش کرو جو تکلیف دہ نہ ہو، اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کوئی اقدام نہ کرو۔ لوگو! تمہاری بیویوں پر تمہارے حقوق ہیں اور تم پر تمہاری بیویوں کے حقوق ہیں، تمہارا بیویوں پر حق یہ ہے کہ تم جسے ناپسند کرتے ہو، یعنی تمہارے علاوہ کوئی بھی شخص ان سے ہم بستری نہ کرے اور جنہیں تم ناپسند کرتے ہو یہ انہیں گھروں میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ ان کا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ انہیں اچھی خوراک اور لباس فراہم کرو۔ ❶

مسند شہاب میں حضرت علی کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''یہ بات حجۃ الوداع کے دوران قربانی کے دن خطبے کے دوران آپ نے ارشاد فرمائی۔''

۲:...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے طریقہ حج کی طویل حدیث میں عرفہ کے خطبے کے تذکرہ میں کہا ہے کہ آپ ﷺ نے اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا: ''تم عورتوں کے بارہ میں اللہ سے ڈرو، تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر لیا ہے۔ اور اللہ کے کلام کے ذریعے ان کی شرم گاہیں اپنے لیے جائز کروائیں۔'' ❷

بظاہر دونوں حدیثوں کا سیاق مختلف ہے ممکن ہے کہ آپ نے خواتین کے بارہ میں یہ

---

❶ ترمذی: ۳۰۸۷۔ ابن ماجۃ: ۱۵۱۳۔ نیز ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ ❷ مسلم: ۱۲۱۸.

Marfat.com

وصیت پہلے عرفات میں حجۃ الوداع کے خطبہ میں کی ہو اور پھر دوبارہ قربانی کے دن خطبہ کے دوران بھی کی ہو۔

اسلام میں عورت کا مقام:

اسلامی معاشرے میں عورت ایک محفوظ بیٹی ہے کہ اس کا باپ اپنی متاع حیات سمجھ کر اس کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ ایک معزز بیوی ہے جس کی کفالت اس کے شوہر کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس کی زندگی کی تمام ضروریات اس کے ذریعے پوری ہوتی ہیں۔ وہ اپنے شوہر کے لیے باعث راحت اور اس کا شوہر اس کے لیے باعث سکون ہے، وہ ایک دوسرے کو محبت وشفقت فراہم کرتے ہیں، وہ ایک ماں ہے جس کی مملکت میں اس کے بیٹے اور پوتے رعایا کی حیثیت سے رہتے ہیں یا پھر وہ ایک ایسی رشتہ دار ہے جس کی حفاظت وصیانت اپنے رشتہ داروں کے ذمے ہے۔

کچھ معاشروں میں عورت محض نظروں کے لیے باعث کشش اور انسانی بھیڑیوں کی خواہشات کا مرکز بنی ہوئی ہے، وہ اس سے لذت حاصل کرنے کے علاوہ کچھ نہیں چاہتے یا پھر مشقت اٹھانے والی ہے کہ اپنے گھر میں تھکی ماندی پریشان حال داخل ہوتی ہے یہاں تک کہ اسے گھر اور کار کی قسطوں کی ادائیگی میں بھی شامل ہونا ہوتا ہے۔ یا پھر اس کی اولاد بڑی عمر میں اسے اولڈ ہوم میں چھوڑ آتے ہیں کہ اس کی نگہداشت کے بوجھ سے نجات حاصل کریں، اس کا نہ کوئی حال دریافت کرتا ہے اور نہ ملنے آتا ہے۔

والدہ سے حسن سلوک:

اللہ تعالیٰ نے والدین کی خدمت کے فرض ہونے کو توحید کی فرضیت کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝۲۳ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ ۝۲۴﴾ (الاسراء: ٢٣-٢٤)

Marfat.com

''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے ہاں دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اف'' نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو اور ان سے بہت کرم والی بات کہو۔ اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکا دو اور یہ دعا کیا کرو اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جیسے انھوں نے چھوٹا ہونے کی حالت میں مجھے پالا۔''

اس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسر امام ابوبکر ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''والدین کی خدمت دین کا اہم رکن ہے۔ ان کی خدمت قول و فعل دونوں طریقے سے کی جائے۔ [1]

والدین اگر کافر بھی ہوں اور وہ اولاد کو کفر کرنے پر مجبور بھی کریں تب بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَـيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَ صَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا ۖ وَّ اتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝﴾ (لقمان: ۱۵)

''اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

حدیث پاک نے اس بات کو بھی واضح فرمایا ہے کہ والدین میں سے والدہ حسن سلوک اور خدمت کی زیادہ مستحق ہے۔

ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری والدہ'' اس نے عرض کیا: اس

[1] احکام القرآن.

Marfat.com

کے بعد کون زیادہ حق رکھتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری والدہ'' اس نے عرض کیا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری والدہ'' اس نے عرض کیا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا والد۔'' ❶

لہٰذا والدہ حسن سلوک کے لحاظ سے والد کی نسبت تین گنا زیادہ حق دار ہے۔

اس کے مدمقابل والدین کی نافرمانی کو کبیرہ ترین گناہ کہا گیا ہے۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا: ''کیا میں تمہیں کبیرہ ترین گناہوں سے آگاہ کروں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہیں شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ یہ بیان کرتے وقت آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''لوگو! غور سے سنو! جھوٹی گواہی بھی کبیرہ ترین گناہ ہے۔'' اسے آپ ﷺ نے کئی دفعہ دہرایا یہاں تک کہ ہم کہنے لگے کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ ❷

بیوی سے حسن سلوک:

قرآن مجید نے یہ بات کھل کر بیان فرمائی ہے کہ شادی کا مقصد بیوی اور شوہر کے درمیان سکون کی فراہمی اور محبت وشفقت کو وجود میں لانا ہے:

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ﴾ (الروم: ٢١)

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف (جا کر) آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔''

اللہ رب العزت نے بیوی سے احسن انداز میں رہنے کا حکم دیا ہے، اگر ایسے ممکن نہ ہو تو احسن انداز میں علیحدہ ہو جانے کو کہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

---

❶ بخاری: ٥٩٧١۔ مسلم: ٢٥٤٨. ❷ مسلم: ٨٧۔ بخاری: ٢٦٥٤.

Marfat.com

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النسآء: ١٩)

''اور تم ان کے ساتھ اچھے انداز سے رہا کرو۔''

نیز فرمایا:

﴿فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ (البقرۃ: ٢٢٩)

''پھر یا تو اچھے انداز سے رکھ لو یا احسن انداز سے فارغ کردو۔''

اسلام نے اسے اتنے ہی حقوق دیئے ہیں جتنے اس کے فرائض ہیں، ارشاد رب العزت ہے:

﴿فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝١٩﴾

(النسآء: ١٩)

''اگر تم انہیں ناپسند کرو تو ممکن ہے ایک چیز کو تم ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی اچھائی بنا دے۔''

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حسن معاشرت کے بارہ میں جامع ارشادات فرمائے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو بہترین اخلاق کا مالک ہے اور تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے بہتر ہیں۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہیں، میں اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہوں۔''[2]

سنت مطہرہ نے بیوی سے حسن معاشرت کو تفصیل سے بیان کیا ہے، چنانچہ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو تم خود کھاتے ہو اسے بھی کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو اسے بھی پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے برا بھلا نہ کہو اور اس سے صرف گھر کی حد تک قطع تعلق کرو۔''[3]

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ خوش گوار زندگی اور حسن معاشرت کی بنیاد صرف اور صرف اپنے حقوق سے دست برداری اور خامیوں سے چشم

[1] ترمذی: ١١٦٢۔ نیز اس نے اسے حسن کہا ہے۔ [2] ترمذی: ٣٨٩٥. [3] ابو داؤد: ٢١٤٢.

Marfat.com

پوشی ہے، اسی لیے فرمایا کہ: مسلمان اپنی بیوی کو ناپسند نہ سمجھے، اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہو تو دوسری اچھی عادت دیکھ کر خوش ہو، قرآن مجید نے اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾﴾

(النسآء: ۱۹)

بیٹیوں سے حسن سلوک:

بہت سے معاشروں میں اور مختلف ادوار میں لوگ بیٹوں سے زیادہ محبت کرنے اور انہیں بیٹیوں پر ترجیح دینے کے عادی ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے تمام اولاد میں مساوات کا اصول اپنایا ہے، اس کی ایک مثال بیٹوں اور بیٹیوں میں تحفے میں مساوات کا اصول ہے۔ ایک انصاری صحابی حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے نعمان کو جب باقی بھائیوں سے ہٹ کر خاص تحفہ دینے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے اس کے بارہ میں ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔'' ہمارے کچھ اسلاف تو اولاد میں مساوات کے فرض ہونے کے اس حد تک قائل تھے کہ وہ انہیں بوسہ دینے میں بھی مساوات کو لازمی قرار دیتے تھے۔ حدیث پاک میں اسے نظر انداز کرنے سے اجتناب کرنے کو کہا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: ''اے اللہ! میں دو افراد ''یتیم اور عورت'' کی حق تلفی کرنے والے کو مجرم قرار دیتا ہوں۔'' آپ نے عورت کی اچھی نگہداشت کی ترغیب دلاتے ہوئے بیٹیوں کی اچھی تربیت کو دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے: ''جس شخص کو بیٹیوں کے ذریعے آزمایا جائے اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے یہ اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی۔ ❶

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے شخص کو جنت میں اپنی رفاقت کی نوید سنائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص دو لڑکیوں کی کفالت ان کے بالغ ہونے تک کرے گا وہ میرے ساتھ قیامت کے روز ایسے ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔'' ❷

---

❶ مسلم: ۲۶۲۹۔ بخاری: ۱۴۱۸۔ ❷ مسلم: ۲۶۳۱۔

Marfat.com

آٹھویں وصیت

ملازموں اور زیرنگرانی افراد سے حسن سلوک

Marfat.com

Marfat.com

ملازموں اور زیر نگرانی افراد سے حسن سلوک

ا:...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو آپ کی زبان اقدس پر یہ الفاظ تھے:

"اَلصَّلَاةَ اَلصَّلَاةَ، اِتَّقُوا اللّٰهَ فِيْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ" ❶

''نماز کا خیال رکھنا، نماز کا خیال رکھنا اور اپنے زیر اثر افراد کے بارہ میں اللہ سے ڈرنا۔'' ❶

۲:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلام مبارک یہ تھا: ''نماز کی پابندی کرنا، نماز کی پابندی کرنا، اپنے زیر نگرانی افراد کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ ❷

غلام اپنے آقاؤں کے کھیتوں میں کام کیا کرتے تھے، وہ انہیں طاقت سے بڑھ کر کام کرنے کو کہتے جبکہ کھانے کے لیے انہیں اتنا نصیب ہوتا جس سے وہ اپنے آقاؤں کی خدمت کے لیے زندہ رہ سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دوران عمل ان پر لاٹھیاں برسائی جاتیں جس کا مقصد ان بے چاروں کو تکلیف دے کر آقاؤں کی دلی تسکین کے علاوہ کچھ نہ ہوتا۔ یہ حال اہل روم کے ہاں تھا۔

خدمت گزار غلاموں کی یہ صورت حال ایرانیوں، ہندوؤں اور عربوں کے ہاں بھی کچھ

---

❶ مسند احمد : ٢٢٢٦٠ .

❷ مسند احمد : ١٢١٦٩ ، ابن ماجه : ٢٦٩٧ .

Marfat.com

اس سے کم نہ تھی۔ ایسی صورت حال میں مشفق و مہربان شخصیت حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ انہوں نے غلاموں کو اسلام کی روشنی میں ان کے آقاؤں سے ان کے حقوق دلائے، آقا اور غلام کو اسلامی نقطہ نظر سے باہم مساوی قرار دیا۔ اس سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مقام بڑھ گیا، صہیب رومی کا رتبہ بلند ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا:

''میں تمہارے جوتوں کی آہٹ جنت میں سنتا ہوں۔'' ❶

آپ ﷺ نے ان کے اور ان کے حاکموں کے درمیان تعلق کو بالادستی اور غلامی سے ہٹا کر اسلامی بھائی چارے کا تعلق قرار دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ'' ❷

''تمہارے خادم تمہارے بھائی ہیں۔''

آپ ﷺ ان سے بہتر سلوک کرنے کی تلقین کرتے رہتے یہاں تک کہ آخری وصیت میں نماز کی تلقین کرتے ہوئے بھی ان سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی۔

خادموں سے حسن سلوک:

اسلام نے خادموں سے احسن برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ مختلف کاموں میں ایسی صورتیں پیش کی ہیں جو تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں۔

مثلاً نفسیاتی لحاظ سے احسن انداز کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ان کو بلاتے وقت ان کے احساس وشعور کو مدنظر رکھا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''ہمیں یہ کہہ کر نہیں بلانا چاہیے، میرے غلام، میری لونڈی! بلکہ اس طرح کہو:

''اے نوجوان، اے بی بی'' ❸

---

❶ بخاری: ۱۱۴۹۔

❷ بخاری: ۲۵۴۵۔ مسلم: ۱۶۶۱۔

❸ بخاری: ۲۵۵۲۔ مسلم: ۲۲۴۸۔

Marfat.com

اسی طرح کھانا تناول کرتے وقت ان کے احساس کو مدنظر رکھنے کے متعلق فرمایا:

''جب تمہارا خادم کھانا لے کر آئے تو اگر وہ اسے اپنے ساتھ بٹھاتا نہیں تو اسے ایک لقمہ یا دو لقمے دے دے۔ کیونکہ اس نے اسے تیار کیا ہے۔''❶

جسمانی لحاظ سے احسن انداز اپنانے کے بارہ میں یہ ہدایت دی کہ ملازموں کو ان کی طاقت سے بڑھ کر کام نہ کہا جائے، آپ کا ارشاد گرامی ہے:

''تم انہیں ایسا کام نہ کہا کرو جو ان پر بھاری ہو، اگر کوئی ایسا کام کرنے کو کہو تو ان کی مدد کرو۔''❷

انہیں مارنے پیٹنے سے خوف دلایا اور اس سے بچنے کی تلقین کی۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی، اے ابو مسعود! اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ اختیار رکھتا ہے، میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ غلام اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا اگر تم ایسے نہ کرتے تو تمہیں دوزخ کی آگ جھلس دیتی یا فرمایا آگ چھوتی۔❸

غلاموں کے حقوق:

اسلام کی نظر میں غلام اپنے مالکوں سے کم تر مخلوق نہیں ہیں، بلکہ وہ دونوں بنیادی تخلیق میں ایک دوسرے کے برابر ہیں، اللہ تعالیٰ کی گہری حکمت کے باعث ان میں یہ فرق رکھا گیا تاکہ اس سے نظام ارضی کو چلایا جائے اور یہ نظام دونوں کے لیے ابتلا و آزمائش کا ذریعہ بنے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

❶ بخاری: ۲۵۵۷۔ مسلم: ۱۶۶۳.

❷ بخاری: ۲۵۴۵۔ مسلم: ۱۶۶۱.

❸ مسلم: ۱۶۵۹.

Marfat.com

﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝﴾ (الزخرف: ۳۲)

''کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیں اور تیرے رب کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۭ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ﴾ (النسآء: ۲۵)

''اور اللہ تعالیٰ تمھارے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے، تم ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔''

ایک دوسرے میں سے ہونے کے الفاظ سے بڑھ کر کوئی عبارت انسانی اقدار کی عکاسی نہیں کرسکتی۔

اسلام نوکروں کے حقوق کا علمبردار ہے، اس نے ان کی ادائیگی مالکوں کے لیے لازمی قرار دی ہے اور وہ حقوق مختصر طور پر درج ذیل ہیں:

۱: انھیں مالکوں کے کھانے جیسا کھانا کھلانا۔

۲: انھیں مالکوں کے لباس جیسا لباس پہنانا۔

۳: انھیں وہ کام کرنے کو کہنا جس کی وہ طاقت رکھتے ہوں۔

۴: کام کرنے کے دوران ان کی مدد کرنا تاکہ اس سے ان کی دلجوئی ہو اور ان کے کام کا بوجھ کم ہو۔

Marfat.com

۵: انہیں مار پٹائی نہ کرنا۔

۶: انہیں طعنہ نہ دینا۔

۷: انہیں دینی بھائی سمجھنا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری نگرانی میں رکھا ہے، جس شخص کا بھائی اس کے زیر تسلط ہو وہ جو چیز خود کھاتا ہے اس میں سے اسے بھی کھلائے اور جو لباس پہنتا ہے اس میں سے اسے بھی پہنائے۔ تم انہیں ایسا کام کرنے کو نہ کہو جو ان کے لیے مشکل ہو اگر انہیں کوئی مشکل کام کا پابند کرو تو ان کی مدد کرو۔'' ❶

۸: انہیں جلدی اجرت دینا، ٹال مٹول نہ کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے روز تین قسم کے لوگوں کا مدمقابل میں خود ہوں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا اور اسے توڑ دیا۔

دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھالی۔

تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور رکھا، اس سے پورا کام لیا لیکن اسے اجرت نہ دی۔'' ❷

نوٹ:......اس عنوان میں بیشتر احادیث کا تعلق غلاموں کے ساتھ ہے، جبکہ بین الاقوامی معاہدوں کے نفاذ کے ذریعے دنیا سے غلاموں کا وجود ختم ہو گیا ہے اس آیت کریمہ کی رو سے اسلامی ممالک کی ان کے ساتھ رضا مندی کے بعد اسے اپنانا ضروری ہے۔ باری

---

❶ بخاري: ٢٥٤٥، مسلم: ١٦٦١.

❷ بخاري: ٢٢٢٧.

Marfat.com

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ ﴾ (المائدة: ۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو۔''

اس لیے غلاموں سے متعلق ہدایات میں وہ نوکر بھی آتے ہیں جن کے اوقات اور عملی کاوشوں کا اختیار ان کے اصل مالکوں کے پاس ہے۔

Marfat.com

نویں وصیت

امانت کی ادائیگی

Marfat.com

Marfat.com

امانت کی ادائیگی

۱:...... ابوحرۃ رقاشی اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا میں ایام تشریق کے وسط میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے لوگوں کو راستے سے ہٹا رہا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو!......... پھر انہوں نے ایک لمبا خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں یہ فرمان بھی ہے، لوگو! غور سے سنو ''جس کے پاس کوئی امانت ہے وہ اسے صاحب امانت تک پہنچا دے۔'' [1]

۲:...... مستعار چیز واجب الادا ہوتی ہے، ضامن ذمہ دار ہوتا ہے اور قرض بھی واجب الادا ہوتا ہے۔ [2]

امانت کا اسلامی تصور:

لفظ امانت شرعی معنوں میں اتنا بڑا لفظ ہے کہ یہ بہت سے معنوں کو سموئے ہوئے ہے، جو بظاہر ذہنوں میں آنے والے معنی سے کہیں زیادہ جامع اور وسیع ہے۔

اس کی تفسیر میں امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امانت اور وعدہ میں دین و دنیا کا ہر وہ کام آ جاتا ہے جس کی کوئی شخص ذمہ داری لیتا ہے۔ خواہ وہ زبانی ہو یا عملی، اس میں لوگوں سے طرز معاشرت بھی آ جاتی ہے اور تمام عہد و پیمان بھی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کا خیال رکھا جائے اور اسے نبھایا جائے۔ امانت کی ادائیگی مشکل ہونے ہی کی وجہ سے پہاڑوں نے اور آسمان و زمین نے بھی مضبوط اور طاقتور مخلوق ہونے کے باوجود اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور انسان نے اسے اٹھا لیا۔

---

[1] مسند احمد: ۲۰۹۷۱۔

[2] مسند احمد: ۲۲۶۵۰، ترمذی۔ امام ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ ﴾

(الاحزاب: ۷۲)

''بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا، بلاشبہ وہ ہمیشہ سے بہت ظالم، بہت جاہل ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظالم و جاہل اس لیے نہیں کہا کہ اس نے امانت کا بوجھ اٹھایا ہے۔ امانت کی ذمہ داری لینا تو بہت بڑا شرف اور اعزاز ہے۔ اسے ذمہ داری قبول کرنے کے بعد پورا کرنے اور فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے ظالم و جاہل کہا ہے۔

امت مسلمہ میں امانت کے سلسلہ میں واضح خرابی پیدا ہو چکی ہے، جن کے ہاں امانت رکھی جائے ان کا خیانت کرنا عام ہو چکا ہے۔ ملازموں اور مزدوروں کا فریضہ نبھانے میں کوتاہی کرنا بھی عام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے آخری لمحات میں بھی اس پر زور دیا۔ بلکہ یہاں تک بتا دیا کہ دین میں سب سے پہلے یہی چیز ختم ہوگی۔ ارشاد فرمایا:

''تمہارے دین میں سب سے پہلے امانت داری ختم ہوگی۔''[1]

آیئے رسول اللہ ﷺ کے رازدان صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی امانت کے بارہ میں ایک حدیث سنیں وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں سنائیں ایک کو میں نے دیکھ لیا ہے اور دوسری کا منتظر ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے ہم سے فرمایا: امانت لوگوں کی دلوں کی گہرائیوں میں اتری۔ پھر قرآن سے پھر حدیث سے یہ مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ پھر آپ نے اس کے اٹھ جانے کے متعلق ارشاد فرمایا: ایک آدمی ایک دفعہ سوئے گا اور (اسی میں) امانت اس کے دل سے ختم ہو جائے گی اور اس سے بے ایمانی کا ہلکا سا نشان

---

[1] حاکم : ....

Marfat.com

پڑ جائے گا۔ پھر ایک دفعہ اور سوئے گا تو اب اس کا نشان چھالے کی طرح ہو جائے گا جیسے تم پاؤں پر ایک چنگاری گھماؤ تو ظاہر میں ایک چھالہ بن جاتا ہے۔ وہ پھولا ہوا نظر آتا ہے لیکن اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ پھر حال یہ ہو جائے گا کہ صبح اٹھ کر لوگ خرید و فروخت کریں گے اور کوئی شخص امانت دار نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار شخص ہے۔ اس شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ بہت عقل مند ہے وہ بہت بلند حوصلہ اور بہت بہادر ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان (امانت) نہیں ہوگا۔ ❶

امانت کی فضیلت:

اگر امانت کی صرف یہی فضیلت ہو کہ اسے اپنانے والے شخص کو لوگ پسند کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس خوبی کی محبت اور قدر ہے تو یہ ایک بات ہی اس کی برتری کے لیے کافی ہے۔ جبکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بھی ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ﴾ (النساء: ٥٨)

''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کرو۔''

بلکہ یہ تو مومن کی خاص الخاص خوبی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ......)) ❷

''جو امانت دار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں......''

اہل ایمان میں سب سے کامل ایمان والے اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے رسول ہیں۔ اسی لیے ان میں سے ہر ایک اپنی قوم کو وعظ کرتے ہوئے اس طرح کہتا: ﴿ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴾ ''بے شک میں تمہارا امانت دار رسول ہوں۔''

یہ خیر القرون کی نمایاں ترین علامت ہے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین دور میرا دور ہے، پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں

---

❶ بخاری: ٦٤٩٧، مسلم: ٣٦٧.

❷ الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ١٩٤.

Marfat.com

گے پھر ان کا جوان کے بعد ہوں گے ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی طلب کیے بغیر گواہی دیں گے۔ وہ لوگ خیانت کریں گے، امانت دار نہیں ہوں گے۔ ❶

مسلمان کی زندگی میں امانت کی اہمیت کے پیش نظر اسلام نے اسے خیانت کرنے والوں کے ساتھ بھی اپنانے کو کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے اس کی امانت ادا کرو اور جو تمہاری خیانت کرے اس کی خیانت نہ کرو۔'' ❷

امانت میں خیانت کرنا منافقوں کی علامت ہے:

سابقہ باتوں سے معلوم ہوا کہ امانت داری کے زیور سے آراستہ ہونا مسلمان کی اہم ترین خوبی ہے بلکہ یہ خاص خاص اہل ایمان کا شعار ہے جو پاک باطن اور بلند عزائم کے مالک ہوتے ہیں۔ اس کے مدمقابل بیمار دلوں والے اور گھٹیا عادتوں والے لوگوں کی بدترین عادت خیانت اور دھوکہ بازی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے گا تو اس میں خلاف ورزی کرے گا اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے گا۔'' ❸

ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں ''خواہ وہ نماز پڑھے روزے رکھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہیں کسی آدمی کا رعب و دبدبہ گرویدہ نہ کرلے صحیح آدمی تو وہ ہے جو امانت ادا کرے اور لوگوں کی عزت و آبرو ریزی سے گریز کرے۔ ❹

---

❶ بخاری: ۲۶۵۱، مسلم: ۲۵۳۵۔ ❷ ابوداود: ۳۵۳۵۔ ترمذی: ۱۲۶۴۔
❸ بخاری: ۳۳، مسلم: ۵۹۔ ❹ سنن کبری بیہقی۔

Marfat.com

دسویں وصیت

یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالنے کی تلقین

Marfat.com

Marfat.com

یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالنے کی تلقین

۱:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہائے جمعرات کا دن، کتنا ہولناک ہے جمعرات کا دن؟ یہ کہہ کر وہ رونے لگ گئے اور اس قدر روئے کہ ان کے آنسوؤں کے ذریعے کنکریاں تر ہو گئیں پھر فرمانے لگے: جمعرات کے دن رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تھی۔ وفات کے وقت آپ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی، مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا، آنے والے وفد کی ایسی ہی خدمت کرنا جیسے میں کیا کرتا رہا اور تیسری وصیت میں بھول چکا ہوں۔

محدث یعقوب بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن سے جزیرہ عرب کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: اس سے مراد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، یمامہ اور یمن کا علاقہ ہے۔ یعقوب کہتے ہیں کہ عَرَجْ نامی جگہ سے تہامہ کا آغاز ہوتا ہے۔ (1)

حدیث میں ذکر کردہ لفظ یمن سے مراد مکہ مکرمہ کا جنوبی علاقہ ہے، اس سے ملک یمن اور اس کا گرد و نواح مراد نہیں ہیں۔ جیسا کہ امام شافعی کے آمدہ بیان سے واضح ہے۔

۲:...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میں، یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے ہر صورت نکال دوں گا، مسلمانوں کے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔'' (2)

۳:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے آخر میں جس بات کی طرف توجہ دلائی وہ یہ تھی کہ جزیرہ عرب میں دو مختلف مذہب (والوں کو) نہ رہنے

---

(1) بخاری: ۳۰۵۳، مسلم: ۱۶۳۷.

(2) مسلم: ۱۷۶۷.

Marfat.com

دیا جائے۔ ❶

چونکہ یہ جزیرہ عرب اسلام کی مقدس جگہ اور اس کا اولین گھر ہے اور مسلمانوں کا قبلہ ہے، یہیں سے نور توحید پھیلا اور یہیں واپس آجائے گا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے ''اسلام اجنبی حالت میں شروع ہوا۔ اور جلد ہی جیسے شروع ہوا، اسی طرح ہو جائے گا اور یہ سکڑ کر دو مسجدوں (مسجد نبوی اور بیت اللہ) کے درمیان اس طرح آجائے گا جیسے سانپ اپنی بل میں آجاتا ہے۔'' ❷

اس لیے یہ انتہائی نکتہ آفریں بات ہے کہ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کو اس میں مستقل بقا حاصل نہ ہو، خواہ وہ مذہب کسی شخص کی صورت میں ہو یا کسی تحریک کی شکل میں یا کسی ادارے کے انداز میں۔ احادیث میں مذکورہ جزیرہ عرب سے مراد وہ خطہ عرض ہے جو تقریباً موجودہ سعودی عرب کی حدود میں واقع ہے۔

امام ابن قدامہ اَلْــمُـغْـنِـی میں ارشاد فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ علاقہ ہے جس میں کافروں کا رہنا ممنوع ہے۔ یعنی مدینہ منورہ اور اس کے تابع علاقہ جس میں مکہ مکرمہ، یمامہ، خیبر، ینبوع، فدک، اور اس کے مضافات اور اس کا گرد و نواح ہے۔

امام شافعی کی رائے بھی یہی ہے کیونکہ کافروں کو تیماء اور یمن کے علاقے سے نہیں نکالا گیا تھا۔

ابن قدامہ مزید فرماتے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ ان احادیث میں جزیرہ عرب سے مراد حجاز ہے۔ ❸

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حجاز سے مراد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، یمامہ اور ان سب کا مضافاتی علاقہ ہے کیونکہ ان کی حجاز سے رہائش چھڑوانا منسوخ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر سے معاہدہ کرتے وقت انہیں مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا تھا، ''جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں

---

❶ مسند احمد: ۲۶۳۵۲. ❷ مسلم: ۱۴۶.

❸ مغنی ابن قدامہ

Marfat.com

یہاں باقی رکھے گا، میں بھی باقی رکھوں گا۔'' [1]

بات کو مزید بڑھاتے ہوئے وہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے حکم جلاوطنی سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس میں رہائش نہ کریں اور اگر یہ الفاظ ثابت ہو جائیں ''لَا یَبْقَیَنَّ دِیْنَانِ بِأَرْضِ الْعَرَبِ'' ''ارض عرب میں دو مختلف مذہب ہرگز نہ رہیں'' تو اس سے مراد یہ ہوسکتا ہے کہ دو مذہب مستقل حیثیت سے نہ رہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میرے علم کے مطابق کسی حکمران نے یمن سے کسی ذمی کو جلاوطن نہیں کیا۔ وہاں ذمی رہتے رہے ہیں اور یمن حجاز کا حصہ نہیں ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کفار سے مراد یا تو اہل حرب ہیں یا اہل معاہدہ۔ جن سے معاہدہ ہوتا ہے ان کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

۱: ذِمّی۔

۲: جن سے صلح کی گئی ہو۔

۳: جنہیں امان دی گئی ہو۔

امان والوں کے بارہ میں فرماتے ہیں: ''اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو اسلامی حکومت میں باہر سے آئیں اور انھیں شہریت نہ دی گئی ہو۔ یہ چار طرح کے ہوتے ہیں۔ سفراء، تاجر، پناہ گزیں، انہیں اسلام کی دعوت دی جائے۔ اگر چاہیں تو مسلمان ہو جائیں اور چاہیں تو اپنے ملک میں واپس چلے جائیں۔ چوتھی قسم میں وہ لوگ ہیں جو سیر و سیاحت کے لیے آتے ہیں۔ ان سب سے نہ تو سخت کلامی کی جائے اور نہ انھیں قتل کیا جائے اور نہ ان سے جزیہ لیا جائے۔ پناہ گزیں کو اسلام اور قرآن سے روشناس کرایا جائے۔ اگر وہ اسلام میں داخل ہو جائے تو وہ مسلمان ہے اور اگر اپنی محفوظ جگہ (وطن) میں جانا چاہے تو وہاں چلا جائے۔ لیکن محفوظ جگہ تک پہنچنے سے پہلے اس سے تعرض نہ کیا جائے۔ اگر وہ اپنے ارض مالوف میں پہنچ جائے تو وہ اہل

---

[1] مؤطا امام مالك: ٢٠٤٩، معرفة السنن والآثار للبيهقي.

Marfat.com

حرب میں سے شمار ہوگا۔" [1]

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے ایک سوال کیا گیا "کیا یہودیوں اور عیسائیوں کو نوکر کے طور پر رکھا جا سکتا ہے؟ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا، ہاں انہیں ملازم رکھنا جائز ہے لیکن انہیں شہریت دے کر رکھنا جائز نہیں۔"

انہیں باقاعدہ شہری بنا کر جزیرہ عرب میں رکھنا منع ہے، تاہم اگر وہ تجارت یا ملازمت وغیرہ کے لیے آئیں، مستقل مقیم نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

اس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ تفسیر ہے وہ آیت مبارکہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا﴾ (التوبة : ٢٨)

"اے ایمان والو! مشرک پلید ہی ہیں، وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں اگر وہ غلام یا ذمی ہوں یعنی ان کا مسلمانوں کے ساتھ امان کا معاہدہ ہو (تو کوئی حرج نہیں)" اس سے شرعی اصطلاح کے اہل ذمہ مراد نہیں ہیں۔

لہٰذا یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالنے سے مراد مشرکوں کو جزیرۂ عرب میں شہریت دینے کی ممانعت ہے۔ صرف کام کے لیے عارضی طور پر رکھنا یا تجارت کے لیے ان کی آمد ورفت مراد نہیں ہے۔ جب مشرکوں کو جزیرۂ عرب میں رہائش پذیر ہونے کی اجازت نہیں ہے تو انہیں مستقل طور پر فیکٹریاں اور دیگر مراکز بنانے سے منع کرنا بدرجہ اولیٰ اس میں شامل ہے۔ غیر اسلامی دعوتی مراکز اور عبادت گاہیں تو اور بھی زیادہ ممنوع ہیں۔

---

[1] أحكام أهل الذمه

Marfat.com

گیارہویں وصیت

شرک اور شرک کے ذرائع سے بچنے کی تلقین

Marfat.com

Marfat.com

شرک اور شرک کے ذرائع سے بچنے کی تلقین

۱:...... حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی روح پرواز ہونے کا وقت تھا تو آپ ﷺ اپنے چہرہ اقدس پر چادر ڈالنے لگ گئے۔ جب گھٹن محسوس کی تو چہرے سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: ''یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا'' وہ ایسا کرنے سے لوگوں کو بچنے کی تلقین فرما رہے تھے۔ ❶

۲:...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری مرض کے دوران جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی یہودیوں پر لعنت ہو انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ''اگر آپ ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ بنانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اسے کھلا چھوڑا جاتا۔'' ❷

۳:...... حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے پانچ دن پہلے یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ''لوگو! غور سے سنو، تم سے پہلے لوگ، اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے، لوگو! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں ایسا کرنے سے منع کر رہا ہوں۔'' ❸

۴۔ حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے حبشہ میں ایک گرجا دیکھا جس میں کچھ تصویریں تھیں، انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ بخاری: ۴۳۵، ۴۳۶، مسلم: ۱۵۳۱.

❷ بخاری: ۱۳۳۰، مسلم: ۵۲۹.

❸ مسلم: ۵۳۲.

Marfat.com

''ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہوتا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے اور اس میں مورتیاں بنا لیتے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بدترین لوگ ہوں گے۔'' ❶

۵:......ابو ھیاج اُسدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: کیا میں تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا؟ وہ یہ ہے کہ تم جس کسی مورتی کو دیکھو اسے ختم کردو اور کوئی ابھری ہوئی قبر دیکھو تو اسے برابر کردو۔ ❷

۶:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے، اس پر (مجاور بن کر) بیٹھنے اور کسی قسم کی تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔'' ❸

توحید کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سب سے بڑے جس کام کا حکم دیا ہے وہ ہے اس کی عبادت کرنے اور مرکز توجہ بنانے میں وحدہ لاشریک سمجھنا۔

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ ... ﴾ (البینہ:۵)

سارے انبیاء کرام علیہم السلام کو اسی بات کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا اور کتابیں اسی لیے نازل ہوئیں۔

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (الانبیاء: ۲۵)

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہم اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا میری عبادت کرو۔''

اس کے مدّمقابل سب سے بڑا گناہ، سب سے گھناؤنا جرم اور سب سے خطرناک کام

---

❶ مسلم: ۵۲۸، بخاری: ۴۲۷.

❷ مسلم: ۲۲۴۳.

❸ مسلم: ۹۷۰.

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے علاوہ (گناہ) ہے جسے چاہے گا اسے بخش دے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔''

اور فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ ﴾

(المائدة: ٧٢)

بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾ (الزمر: ٦٥)

''اور بلا شبہ یقیناً آپ کی طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو آپ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً آپ کا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔''

یہ شرک کے خطرناک ہونے کی ہی بنا پر ہے کہ حضرت محمد ﷺ جو اپنی امت کے انتہائی خیر خواہ اور امین تھے انہوں نے امت کو اس سے اور اس کے اسباب سے اور ہر اس چیز سے ڈرایا جو اس کا پیش خیمہ ہو۔

شرک کے مختلف راستے:

شرک کے مختلف راستوں میں سے سرفہرست نیک لوگوں اور بزرگوں کی عقیدت مندی

Marfat.com

میں حد سے تجاوز کرنا ہے، بالخصوص جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کی عقیدت میں حد سے بڑھنا اور ان کی قبروں کو عبادت گاہ بنانا اور انہیں تعمیر کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وَدّ، سُواع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر قوم نوح کے نیک بندوں کے نام ہیں، جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ تم ان کی عبادت کرنے کی جگہوں میں مجسّمے نصب کر دو اور ان مجسّموں کو ان کے ناموں سے موسوم کر دو۔ انہوں نے ایسے کر دیا لیکن انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی، جب یہ لوگ ختم ہو گئے اور اصل معلومات ختم ہو گئیں تو ان مجسموں کی عبادت ہونے لگ گئی۔ ❶

اور یہ لات جسے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے معبودوں میں شمار کیا ہے یہ بھی اصل میں ایک نیک آدمی تھا، حاجیوں کے لیے کھانا تیار کرتا تھا، جب یہ فوت ہو گیا تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن گئے، چنانچہ ابوالجوزاء رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے (أَفَرَءَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى) کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ ❷

سابقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کی قبروں کو نمایاں کرنا، ان کے مجسّمے بنانا، ان کی قبروں پر عمارت تعمیر کرنا اور انہیں عبادت گاہ بنانا شرک کا سرفہرست ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی طرف سے ان کاموں کو بُرا قرار دینے سے اس بات کی حکمت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تصویریں ختم کرنے اور اونچی تعمیر شدہ قبروں کو زمین کے برابر کرنے کے لیے کیوں بھیجا تھا۔ جب ہم مسلم ممالک کی واقعاتی صورت حال اور اہل علم کی طرف سے اس کی تردید سے غفلت برتنے کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ قوموں کی روایات ورسومات کس قدر موثر ہو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس خطرناک کام سے منع کرنے اور اسے تبدیل کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔

---

❶ بخاری: ٤٩٢٠.

❷ بخاری: ٤٨٥٩.

Marfat.com

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قبروں کو اونچا کرنے، ان پر گنبد، مسجدیں اور مزار بنانے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے ملعون کہا ہے اور کبھی یہ فرمایا ہے، ”اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہو، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔“ کبھی آپ نے اس جرم کی بنا پر انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب کی بددعا دی اور کبھی انہیں گرانے کے لیے افراد بھیجے اور کبھی اسے یہود ونصاریٰ کا فعل قرار دیا اور کبھی یہ ارشاد فرمایا: میری قبر کو بت نہ بنانا اور کبھی فرمایا: میری قبر پر میلہ نہ لگانا، جیسے بہت سے لوگ اپنے پسندیدہ لوگوں کی قبروں کے پاس مقررہ دنوں میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اس عقیدے کے عام ہونے کی بڑی وجہ یہی ہے کہ شیطان نے لوگوں کے لیے قبروں کو پختہ اور بلند کرنے کا کام ان پر چادریں چڑھانے اور انتہائی خوبصورت کرنے کا کام مزین وآراستہ کر کے پیش کیا۔

ایک جاہل شخص جب کسی ایسے مزار کو دیکھتا ہے تو وہ اس میں داخل ہو جاتا ہے وہاں اسے خوبصورت گنبد دلکش چادروں سے چمکتے ہوئے قمقمے اور ان کے ارد گرد عطر بیز خوشبو دان نظر آتے ہیں تو اس کے دل میں اس قبر کی عظمت وہیبت بھر جاتی ہے اس کا دل ودماغ اس قبر والے کا مقام پہچاننے سے عاجز آ جاتا ہے، اس کی بجائے اس کی ہیبت اس کے دل میں آ جاتی ہے، جس سے شیطانی عقائد جنم لیتے ہیں اور یہی شیطان کا مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے سب سے بڑا حربہ ہے۔

اس کے ذریعے وہ انہیں اسلام سے آہستہ آہستہ ہٹاتا چلا جاتا ہے، پھر اس قبر والے سے وہی کچھ مانگنے لگتا ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

کبھی کبھی یہ شرک اس قبر کو پہلی دفعہ دیکھنے سے ہی پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ جب کوئی جاہل زندہ لوگوں کو اس فوت شدہ شخصیت کی اتنی عظمت کرتے دیکھتا ہے تو لامحالہ اس کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ لوگ کسی دینی یا دنیوی فائدے کی خاطر ایسے کرتے ہیں پھر جب وہ اس پر جاتے ہوئے اس پر ڈیرے لگانے والے اور اس کا دم بھرنے والے نیم علماء کو دیکھتا ہے تو وہ اس کام کو معمولی سمجھتا ہے۔

Marfat.com

شیطان نے انسانوں میں اپنے دوستوں کا ایک گروہ مقرر کر رکھا ہے جو اس قبر کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہاں آنے والے کو دھوکہ دیتے ہیں۔ انہیں معمولی کام بڑا کر کے دکھاتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ کام کر کے انہیں فوت شدہ کی طرف اس طرح منسوب کرتے ہیں کہ بھولے بھالے لوگ اسے سمجھ نہیں پاتے۔ بسا اوقات وہ جھوٹی کہانیاں گھڑ کر اس فوت شدہ کی کرامات کا نام دیتے ہیں، لوگوں میں ان کا چرچا عام کرتے ہیں اور محفلوں میں انہیں بار بار بیان کرتے ہیں، جب لوگ اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ انہیں سن کر ہر عام و خاص تک ان باتوں کو پہنچا دیتے ہیں۔ جب یہ باتیں فوت ہونے والوں کے عقیدت مندوں تک پہنچتی ہیں اور ان کی عقل ان جھوٹی باتوں کو تسلیم کر لیتی ہے تو وہ سنی سنائی بات آگے پہنچانے لگ جاتے ہیں اور اسے اپنی محفلوں میں موضوع سخن بنا لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ جاہل لوگ شرکیہ عقیدہ کی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس میت کے لیے اپنا بہترین مال نذر و نیاز کے طور پر پیش کرنے لگتے ہیں۔ اس کی قبر پر اپنی محبوب ترین ملکیتیں لا کر کھڑی کر دیتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ اس میت کے مقام و مرتبہ کے توسط سے بہت زیادہ خیر و برکت اور اجر وثواب حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ کام ان کے ہاں اللہ کے قرب کا ذریعہ، اطاعت و فرمانبرداری اور قابل قبول نیکی شمار ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں جنہیں شیطان ابناء آدم میں سے اس قبر پر مقرر کیا ہوتا ہے۔ ان کا اصل مقصد صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کی شعبدہ بازیوں، انوکھے کاموں اور جھوٹی موٹی باتوں کے ذریعے لوگوں کے مال و دولت میں سے ایک اچھا خاصہ حصہ حاصل کر لیں۔ اسی باعث لعنت طریقے اور شیطانی ہتھکنڈے ہی کے ذریعے قبروں کے اوقاف بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور ایک خطیر مبلغ تک جا پہنچے ہیں۔'' [1]

امام محمد بن اسماعیل صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جن کاموں کو برا کہنے اور ان کا استحصال کرنے کے لیے ہم تگ و دو کرتے ہیں یہ ان عوام کے ذریعے ہو رہے ہیں جنہیں اسلام آبائی

[1] شرح الصدور.

تقلید کے طور پر بلا دلیل ملا ہے۔ انہوں نے اچھے برے کی تمیز کے بغیر ان کی پیروی کی ہے، ایک شخص کی نشوونما ہی ایسے ہوتی ہے کہ اپنے شہر اور اپنی بستی والوں میں رہتے ہوئے اسے بچپن میں ان سے اپنے پیروں کے نام کا ورد کرنے کا سبق دیا جاتا ہے۔

وہ انہیں ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے اور ان کی تعظیم کرتے دیکھتا ہے۔ وہ اس بچے کو قبر کے پاس لے جاتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتداء ہی سے اس کے دل میں ان کی عظمت گھر کر جاتی ہے، ان کی عقیدت اس کے ہاں بہت بڑا عمل بن جاتا ہے، اس انداز میں بچے جوان ہوتے ہیں اور جوان بوڑھے ہوتے ہیں اور وہ کسی کی تردید کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ بلکہ علم ومعرفت کے حامل، قضا وفتویٰ کی سند پر فائز تعلیم دینے والے اور عہدہ ومنصب پر براجمان بھی اس کی تعظیم وتکریم کرتے دکھائی دیتے ہیں، وہ وہاں نذریں بھی مانتے ہیں، قبروں پر ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت بھی کھاتے ہیں، اسے دیکھ کر عوام سمجھتے ہیں کہ یہی دین اسلام ہے، بلکہ یہ دین اسلام کی بلندی اور چوٹی ہے۔ کسی صاحب فکر ونظر اور کتاب وسنت کے علم سے بہرہ ور شخص سے یہ بات مخفی نہیں کہ کوئی ایک صاحب علم یا پوری دنیا بھی کسی بڑے کام سے خاموشی اختیار کرے تو وہ اس برائی کے جائز ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ خاموشی رضامندی کی دلیل نہیں ہوتی۔ یہ تو ایسی برائیاں ہیں جن کی بنیاد ان لوگوں نے رکھی ہے جو تیر وتفنگ ہاتھ میں لیے لوگوں کی خونریزی کے رسیا اور زبان وبیان کے ذریعے ان کی عزت وآبرو کو تار تار کرنے کے عادی ہیں، یہ قبے اور مزار جو اس وقت شرک کا بڑا ذریعہ اور اسلام کی تباہی و بربادی کا باعث ہیں، انہیں بنانے والے زیادہ تر یا تو ایسے سلاطین وامراء تھے جو یا تو ان کے قرابت دار تھے یا ان کے عالم وفاضل ہونے، صوفی ہونے، شیخ کبیر ہونے کی بنا پر ان کے عقیدت مند تھے۔ ان کو جاننے والے لوگ ان کے قبروں پر دیگر فوت شدگان کی طرح حسن دیکھنے جاتے تھے نہ وہ ان کا وسیلہ پکڑتے اور نہ ان کا نام لے کر پکارتے، بلکہ ان کے لیے دعا کرتے۔ جب یہ نسل ختم ہوگئی تو ان کے بعد والے ان کی قبروں کو دیکھتے کہ انہیں پختہ بنا دیا گیا ہے اور ان پر چراغاں ہو رہا ہے۔ صحن میں خوبصورت فرش لگایا گیا ہے،

Marfat.com

پردے لگا دیے گئے ہیں اور پھول نچھاور کیے جا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ یہ عقیدہ بنا لیتے ہیں کہ یہ سب کچھ ان کے فائدہ پہنچانے یا نقصان دور کرنے کی بنا پر ہے۔ اس کے بعد وہ اور وہاں ڈیرے لگا لیتے اور ان کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہیں۔ انہوں نے فلاں کا نقصان کر دیا اور فلاں کو فائدہ پہنچایا۔ اس طرح غلط عقیدہ کا بیج ان کی فطرت میں بو دیتے ہیں۔

اس کے پیش نظر کئی ایک احادیث نبویہ میں قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ ان پر عمارت تعمیر کرنے والوں اور کتبے لگانے والوں پر بھی لعنت کی گئی ہے۔ اس موضوع کی احادیث بہت زیادہ ہیں اور مشہور و معروف ہیں، کیونکہ یہ کام بذات خود بھی ممنوع ہے جب کہ ایک بڑی خرابی کا ذریعہ بھی ہے۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب:

اگر آپ یہ سوال کریں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر بھی تو بہت بڑا گنبد بنایا گیا ہے اور اس پر خطیر رقم صرف ہوئی ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال حقیقت حال سے ناواقفیت کی بنا پر ہے کیونکہ یہ گنبد آپ ﷺ کے حکم یا صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے کہنے پر نہیں بنایا گیا، نہ ہی علماء امت اور ائمہ کرام کے کہنے پر تعمیر ہوا ہے، یہ تو بعد میں آنے والے ایک حکمران کا کام ہے جس کا نام قلاوون صالحی ہے جو شاہ منصور کے نام سے مشہور ہے، اس نے ۶۷۸ ہجری میں اسے تعمیر کر دیا تھا یہ بادشاہی کام ہے جو مسلسل ہو رہا ہے، دلیل شرعی کی بنیاد پر نہیں ہے۔

ہندوستان کے علامہ نواب صدیق الحسن خاں قنوجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل علم ہر جگہ اور ہر دور میں لوگوں کو توحید خالص کی راہنمائی کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور وہ انہیں شرک کی کسی بھی قسم میں پڑنے سے نفرت دلاتے رہے ہیں، کیونکہ شرک چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ سے بھی زیادہ مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ اس لیے یہ بات بہت سے اہل علم سے مخفی رہی اور لاعلمی ہی کی بنا پر وہ کچھ شرکیہ کاموں میں مبتلا ہو گئے، یہ غفلت بڑے بڑے مصنفین کی کتابوں میں بھی موجود ہے اور ان کی شاعری میں بھی، بالخصوص

Marfat.com

جن شعراء نے نعتیہ شاعری کی ہے بلکہ ان سے ایسی ایسی باتیں صادر ہوئی ہیں جنہیں سن کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کانپ اٹھتے ہیں، اس کا معترف تو اپنی جگہ اسے پڑھنے والے پر بھی اللہ تعالیٰ کے غضب کا اندیشہ ہوتا ہے، اس کا واحد سبب غفلت و ناواقفیت کے سوا کچھ نہیں، ان کاموں کا بنیادی ذریعہ، قبروں کو پختہ بنانا انہیں بلند و بالا کرنا، ان پر گنبد بنانا، انہیں قیمتی ملبوسات سے آراستہ کرنا، ان پر چراغاں کرنا، وہاں عاجزی وانکساری کے ساتھ باجماعت آنا اور فوت شدگان سے مختلف حاجتیں پورا کرنے کو کہنا اور دل کی گہرائی سے دعا کرنا ہے۔

جب اس انداز کو بعد والوں نے پہلوں سے لے لیا اور خلف اپنے سلف کے پیچھے چل پڑے اور آنے والوں نے جانے والوں کا سا رویہ اختیار کرلیا تو یہ صورتِ حال اس قدر خطرناک اور شر انگیز ہوگئی کہ ہر علاقے بلکہ ہر ملک، ہر شہر میں اور ہر بستی اور ہر سماج میں ایسے فوت شدگان کا وجود سامنے آ گیا اور بہت سے زندہ لوگوں نے اس عقیدے کو اپنا لیا اور وہ ان کی قبروں کے مجاور بن گئے۔ شرک میں مبتلا لوگوں میں یہ طریق کار ایک مانوس اور قابل قبول عمل بن گیا۔ اسے ان کے ذہنوں نے قبول کرلیا اور دلوں نے فرحت و انبساط محسوس کیا۔ صورت حال یہ ہوگئی کہ پیدا ہونے والا بچہ جب سن شعور کو پہنچتا تو اس کے کان میں ان قبروں والوں سے دعائیں کرنے اور ان کی زیارتیں کرنے کی آوازیں ہی سنائی دیتیں۔ وہ یہی چیز مشاہدہ کرتا کہ اگر کوئی شخص غلطی کرے یا بیمار ہوجائے تو اس کے گھر والے ان مردوں ہی سے جاکر دعائیں کرتے ہیں اور ضرورت کے وقت قبر میں مدفون شخص ہی کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں اور ان کے مجاوروں کے پاس حاضر ہوتے ہیں جو لوگوں کا مال مختلف حیلوں بہانوں سے ہتھیانے کی کوشش کرتے ہیں۔

جب وہ شخص اور بڑا ہوجاتا ہے تو یہ سنی جانے والی باتیں اور دیکھے جانے والے مشاہدات اس کے دماغ میں مرتسم ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ بچپن میں انسانی مزاج جلدی اور زیادہ متاثر ہوتا ہے، جب وہ اپنے والدین کی آغوش سے آزاد ہوجاتا ہے تو اسے سب لوگ اپنے

Marfat.com

آباء واجداد کے دین پر کاربند نظر آتے ہیں۔

اکثر و بیشتر یہ بھی ہوتا ہے کہ نومولود سب سے پہلے جس جگہ کو دیکھتا ہے وہ یہی قبر اور مزار ہے جس کے لوگ عقیدت مند ہوتے ہیں۔ ان قبروں پر ازدحام، چیخ و پکار، آہ و زاری اور والدین اور دیگر لوگوں کی طرف سے دعاؤں کی آوازیں اس کے کانوں میں پڑتی ہیں۔ بڑا ہو کر اس کا عقیدہ اور بھی پختہ ہو جاتا ہے، بالخصوص جب سے ان مزاروں پر خوبصورت عمارتیں دکھائی دیتی اور رنگا رنگ دیواریں نظر آتی ہیں۔ ان کی دیواریں طرح طرح کے رنگوں سے منقش و مزین اور عمدہ ترین پردوں سے ڈھکی ہوتی ہیں۔ عود اور عنبر کی خوشبوئیں مہک رہی ہوتی ہیں۔ ان کے تمام اطراف میں چراغ، فانوس اور شمعیں چمک رہی ہوتی ہیں۔ ان کے گدی نشین مختلف طریقوں سے لوگوں کا مال حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ یہ سب ان قبر والوں کی جہاں تک ممکن ہو تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں اس قدر و منزلت کو اتارتے ہیں۔ زائرین کو ہاتھوں سے پکڑ پکڑ کر اس جگہ پر انتہائی تعظیم و تکریم کا مظاہرہ کرتے ہوئے لے جاتے ہیں۔ اگر ان سے معمولی سی بھی غلطی ہو جائے تو وہ ان کی پٹائی کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس قبر اور قبر میں مدفون بے چارہ شخص کی عقیدت اس میں اور بڑھ جاتی ہے۔ اسی منظر کی بنا پر یہ غلط عقیدہ دیکھنے والے کے دل میں اس قدر پختہ اور راسخ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص اور لطف و مہربانی کے بغیر اس کا ختم ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔

ایک مبتدی طالب علم، بیشتر علماء کو ابتداء ہی میں فوت شدہ بزرگ کے بارہ میں یہ عقیدہ اپناتے ہوئے دیکھتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ علماء اسے عظیم کارنامہ سمجھتے ہیں اور اس کی محبت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر و ثواب شمار کرتے ہیں۔ اس غلط کام کی مخالفت کرنے والے کو طعن و تشنیع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فلاں آدمی اولیاء اللہ کی عقیدت اور بزرگوں کی محبت سے عاری ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس طالب علم کے ذہن میں یہ عقیدہ مزید پختہ ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

یہ بہت بڑی بدعت اور بہت بڑا فتنہ ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک چھا گیا ہے اور بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں اور یہ ہے فوت شدہ لوگوں کی عقیدت مندی۔ یہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اس نے ایمان کو مخدوش اور اسلام کو کمزور کر دیا ہے، اس کی بنیاد قبروں کو پختہ بنانے اور فوت شدگان کی قبروں پر تعمیر میں مسابقت اور قبرستان میں آنے والوں کے سامنے مختلف طریقوں سے اس چیز کی عظمت وہیبت کا بول بالا کرنے پر ہے، جبکہ کوئی بھی صاحب عقل وشعور اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ یہ کام غلط عقیدہ کو رواج دینے کا بہت بڑا سبب اور مخالف توحید کاموں میں پڑنے کا موجب ہے۔

جو شخص اس بات میں شک کرتا ہے یا اس کی عقل اسے باور نہیں کرتی، اسے تلاش وجستجو کے ذریعے اس کا جائزہ لینا چاہیے، اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ اس سے متعلق عوام الناس سے پوچھے، یقیناً اسے ہر شخص یہی بتائے گا جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

علامہ قنوجی رحمہ اللہ نے اختتامی کلمات میں فرمایا: ''جب ہمیں متقدمین کی ایسی تصنیفات، ان کے اشعار، ان کے خطبے اور ان کے مقالات کا علم ہو جن میں غلط عقائد موجود ہوں، ان کے بارہ میں ہمارا فرض صرف یہ ہے کہ ان کے بارہ میں وہی فیصلہ دیں جو شریعت تقاضا کرتی ہے، لوگوں کو اس میں موجود غلط عقائد سے آگاہ کریں، ان عقائد کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے لوگوں کو بچانے کی تلقین کریں اور کہنے والے صاحب علم کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں تک ممکن ہو اس کا صحیح محمل تلاش کریں اور ان اہل علم کے لیے کچھ ایسے عذر تلاش کریں جو نہ تو عقل ودانست کے خلاف ہوں اور نہ ہی فہم وفراست اسے مسترد کرتی ہو۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی اور چیز کا نہ تو ہمیں مکلّف بنایا ہے اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کچھ کرنا ہمارے اوپر فرض کیا ہے۔''

گزشتہ باتوں پر غور کرنے سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس بات کی وصیت کرنے اور اسے اس قدر اہمیت دینے کا راز قارئین کے سامنے آ جاتا ہے۔

اس سے ملتی جلتی بات آٹھویں صدی ہجری کے ایک عالم نے بھی کہی ہے وہ فرماتے

Marfat.com

ہیں: ''شیطان کا ایک بہت بڑا حربہ جس کے ذریعے اس نے بہت سے لوگوں کو فریب دیا ہے اور اس سے وہی شخص بچ سکا ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں نہ ڈالا ہو وہ حربہ یہ ہے کہ وہ عصر قدیم اور دور حاضر میں اپنے گروہ اور اپنے دوستوں کو قبروں کے فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور صورت حال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ غیر اللہ کو رب سمجھ کر ان کی عبادت کی جاتی ہے، ان کی قبروں کو پوجا جاتا ہے اور بت تراش لیے گئے ہیں۔ ان کے اوپر بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کر لی گئی ہیں اور ان کے اندر قبروں والوں کی تصویریں بنا کر رکھی گئی ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان کے مجسمے بنائے گئے ہیں جن کا سایہ بھی ہوتا ہے اور ان کی عبادت ہو رہی ہے۔ یہ بیماری پہلے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں در آئی جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا ہے:

﴿قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝٢١ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝٢٢ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝٢٣ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝٢٤﴾ (نوح: ٢١ تا ٢٤)

''حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! انہوں نے میری بات نہیں مانی اور یہ انہی کے پیروکار بنے ہیں جن کا مال اور اولاد ان کے لیے خسارہ ہی میں بڑھاتا ہے۔ انہوں نے بہت بڑا مکر و فریب کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے تم اپنے معبودوں کو کبھی نہ چھوڑنا۔ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی نہ چھوڑنا اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے تو بھی ان ظالموں کی گمراہی میں اضافہ فرما۔''

امام ابن جریر رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں: ''ہمیں ان کے بارہ میں یہ معلوم ہوا ہے کہ یغوث، یعوق اور نسر نیک لوگ تھے اور ان کے کچھ پیروکار بھی تھے جب یہ فوت ہو گئے تو ان کے پیروکاروں نے کہا: اگر ہم ان کی تصویریں بنا لیں تو ان کی یاد ہمارے

Marfat.com

شوق عبادت میں اضافہ کرے گی۔ جب یہ لوگ فوت ہو گئے اور دوسرے لوگ آ گئے تو ابلیس نے ان سے کہا کہ وہ تو ان کی عبادت کرتے تھے، ان کے ذریعے بارش حاصل کرتے تھے پھر یہ ان کی عبادت کرنے لگ گئے۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''شریعت کی طرف سے قبروں کو اونچا اور پختہ بنانے اور دیگر ایسے کاموں کی مخالفت پر غور کریں اس میں کتنی بڑی حکمت ہے۔ میرے لیے یہ بات بہت خوشگوار حیرت و استعجاب کا باعث ہے کہ اس امت مرحومہ نے صادق و مصدوق ہستی پیارے پیغمبر ﷺ سے اس کام سے ممانعت اور زجر و توبیخ کا سبق حاصل کیا ہے بلکہ آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں حد درجہ مبالغہ کیا ہے اور اپنے مرض الموت میں ارشاد فرمایا ہے ''اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ پھر یہ دروازہ ساری زمین کے لیے کھل گیا اور اس نے مشرق و مغرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، شہری اور دیہاتی سب اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔''

امام شوکانی، امام صنعانی اور امام قنوجی رحمہ اللہ جیسے نامور اہل علم نے جو کچھ کہا ہے یہ سب نبی کریم ﷺ کی اس وصیت پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے جس میں آپ نے قبروں پر عمارتیں بنانے اور انھیں سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا تھا۔ یہ ایک مشاہداتی چیز ہے۔ آپ کے حکم کی اس خلاف ورزی نے بہت سے مسلمان عوام اور جاہل طبقے کو شرک میں ایسے مبتلا کر دیا ہے کہ انھیں معلوم بھی نہیں ہوا۔ اس میں زیادہ خطرناک اور زیادہ رائج وہ طریقہ جس کا ہم نیک لوگوں کی قبروں کے پاس مشاہدہ کر رہے ہیں کہ عوام الناس ان سے فائدہ حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کی دعائیں کرتے ہیں۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اکیلے ہی سے دعا کرنے کو توحید اور غیر اللہ سے دعا کرنے کو شرک قرار دیتا ہے۔

بطور مثال باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَدْعُوا رَبِّي وَلَآ أُشْرِكُ بِهِۦٓ أَحَدًا﴾ (الجن: ۲۰)

Marfat.com

''آپ فرما دیں کہ میں تو اپنے رب ہی سے دعا کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شامل نہیں کرتا۔''

نیز فرمایا:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ (العنکبوت: ٦٥)

''جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو مخلص ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی میں لے جاتا ہے تو وہ ایک دم شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔''

اس طرح فرمایا:

﴿وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ (غافر: ٦٠)

''جو لوگ میری عبادت سے گریز کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔''

مفسرین نے اس آیت میں عبادت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد ''دعاء'' ہے۔ نیز فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾ (الاسراء: ٥٦، ٥٧)

''کہہ دیجیے پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔ وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں

Marfat.com

سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔“

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ غیر اللہ سے مراد فرشتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام جیسے مقرب لوگ ہیں جن سے مشرک دعائیں کرتے ہیں۔

اسی طرح فرمایا:

﴿وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٧﴾﴾ (یونس: ۱۰۶، ۱۰۷)

”اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکاریں جو نہ آپ کو نفع دے اور نہ آپ کو نقصان پہنچائے، پھر اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً آپ اس وقت ظالموں میں سے ہوں گے اور اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ آپ کے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرلے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اور فرمایا:

﴿قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ﴾

(الزمر: ۳۸)

”کہہ دیجیے تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی

Marfat.com

ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟''

حدیث شریف میں ہے:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) ❶

''دعا کرنا عبادت ہے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

((الدعاء مخ العبادة)) ❷

''دعا عبادت کا مغز ہے۔''

دعا کرنے کا توحید وشرک سے تعلق واضح ہے اور وہ اس طرح کہ جب انسان اللہ تعالیٰ سے کوئی اچھی چیز حاصل کرنے یا تکلیف دہ چیز دور کرنے کی دعا کرتا ہے تو وہ یہ سوچ کر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا سنتا ہے، اس کی حالت سے آگاہ ہے، وہ اس کی دعا کو قبول کرنے پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نہ صرف اس ایک شخص کی بلکہ باقی سب لوگوں کی دعا بھی سن رہا ہے اور ان کے حالات سے بھی آگاہ ہے خواہ وہ تعداد میں کتنے زیادہ کیوں نہ ہوں اور ان کی زبانیں مختلف اور ضروریات الگ الگ کیوں نہ ہوں۔

لہٰذا جب کوئی شخص عیسائیوں کی طرح جو کہ مریم علیہا السلام اور دیگر مقدس لوگوں کو پکارتے ہیں غیر اللہ کی طرف اپنی دعا کا رخ کرتا ہے یا جیسے قبر پرست جاہل مسلمان کرتے ہیں تو وہ اس عقیدے کی بنا پر کرتے ہیں کہ جن سے دعا کی جارہی ہے وہ دعائیں سنتے ہیں، ان کے حالات سے آگاہ ہیں اور ان کی دلوں کی کیفیات سے واقف ہیں۔ بلکہ وہ دوسرے لوگوں کی دعائیں بھی سنتے اور ان کے حالات بھی جانتے ہیں اور ان کی دلی مرادوں سے آگاہ ہیں۔ خواہ یہ دعائیں کرنے والے تعداد میں کتنے زیادہ اور مختلف زبانوں میں دعائیں کیوں نہ کر

---

❶ ابو داؤد ......، نسائی :......، ترمذی.

❷ ترمذی. نیز اس نے اسے غریب کہا ہے۔

Marfat.com

رہے ہوں اور ان کی ضروریات کس قدر مختلف ہوں اور وہ دور دراز جگہوں سے دعائیں کیوں نہ کر رہے ہوں۔

عیسائی اور ایسے مسلمان جو اس عقیدے اور عمل سے ناواقف ہیں اللہ تعالیٰ سے مخصوص چیزوں کو غیر اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، خالق کائنات کی کچھ عبادت مخلوق کی طرف لے جاتے ہیں۔ جبکہ یہ سب توحید باری تعالیٰ کے منافی ہے، عیسائیوں اور ایسے ناواقف مسلمانوں کا یہ عذر قابل قبول نہیں ہے کہ وہ حضرت مریم علیہا السلام، قابل احترام شخصیات، اولیاء اللہ اور بزرگوں کے بارہ میں یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ وہ بذات خود فائدہ یا نقصان پہنچانے پر قادر ہیں، وہ تو صرف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان واسطے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بہانے کی واضح الفاظ میں یہ کہہ کر تردید فرمائی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ﴾ (الزمر: ۳)

”اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے اچھی طرح قریب کر دیں۔“

﴿وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ﴾ (یونس: ۱۸)

”اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔“

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ یہ حضرات جن سے دعائیں کی جاتی ہیں، یہ بذات خود اللہ تعالیٰ کے قرب کی جستجو کرتے ہیں اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ ﴾ (الاسراء: ٥٦، ٥٧)

”آپ ان سے کہیں تم پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ تو نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔ وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔“

اللہ رب العزت نے قبل از اسلام کے عیسائیوں اور مشرکین عرب کے بارہ میں قرآن مجید میں ہمیں بتایا ہے کہ وہ مریم علیہا السلام، مقدس ہستیوں، فرشتوں اور بتوں کا وسیلہ اختیار کیا کرتے تھے اور وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ ایسا اس لیے کرتے ہیں کہ یہ انھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں کیونکہ وہ ان کے سفارشی ہیں۔ وہ صرف خوشحالی میں اس طرح دعا کرتے تھے۔ جب کہ مشکل وقت اور پریشانی کی حالت میں خالصتاً اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت: ٦٥)

”پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔“

نیز فرمایا:

Marfat.com

﴿حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝۲۲﴾ (یونس : ۲۲)

''یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے اور وہ انھیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چل پڑتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں تو ان (کشتیوں) پر سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جگہ سے موج آجاتی ہے اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک ان کو گھیر لیا گیا ہے، تو اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ہر عبادت کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، یقیناً اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔''

جب ہم جاہل مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ قبروں والوں سے اور اولیاء وصالحین سے مشکل وقت اور خوش حالی دونوں میں ہی دعائیں کرتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قبل از اسلام کے مشرکوں کے بارہ میں بتایا ہے کہ وہ اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی رزق کا اختیار رکھتا ہے اور اکیلا ہی نفع ونقصان کا مالک اور کائنات پر تصرف کرتا ہے۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۳۱﴾ (یونس : ۳۱)

''کہہ دیجیے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ دیجیے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟''

Marfat.com

جب کہ جاہل مسلمانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قبروں والوں، نیک لوگوں اور جن لوگوں کو وہ قطب اور ابدال کا نام دیتے ہیں ان کی طرف رزق دینے، نفع ونقصان پہنچانے، ضروریات پورا کرنے اور کائنات میں تصرف علم غیب جیسے کام منسوب کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ سارے عقائد کچھ اہل علم کے ہاں ان کی کتابوں میں تحریر شدہ ملتے ہیں۔ خصوصاً کرامات اولیاء کے موضوع پر تحریر شدہ تصنیفات ہیں۔

حالانکہ سیّد المرسلین اور کائنات کی افضل ترین ہستی حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ اعلان فرمائیں:

﴿قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝۲۱﴾ (الجن: ۲۱)

''کہہ دیجیے بلاشبہ میں تمھارے لیے نہ کوئی نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛؕ﴾ (الاعراف: ۱۸۸)

''کہہ دیجیے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بہت زیادہ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ (الانعام: ۵۰)

''کہہ دیجیے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔''

اَن پڑھ مسلمانوں کو اس گناہ میں بہت سے ایسے لوگوں کی غفلت نے جھونکا ہے جو خود کو علم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ آباء و اجداد کی اندھی تقلید اور ان کے رسوم و رواج کا

Marfat.com

معاشرے میں پختہ ہو جانا بھی اس کا باعث ہے۔ اسی طرح بہت کچھ کتابوں کے مصنفین پر حسن ظن اور ان کی بیان کردہ باتوں کو وحی الٰہی کے سامنے رکھے بغیر اسے تسلیم کر لینا بھی اس کی بڑی وجہ ہے۔

جاہل اور ان پڑھ مسلمانوں کا تو یہ عذر مانا جا سکتا ہے لیکن علم سے ناطہ جوڑنے والوں کا کیا عذر ہے۔ رسم ورواج کے چھا جانے اور بے حس ہو جانے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہمیں علم و آگہی کے عام ہو جانے کے باوجود بہت کم ایسی اسلامی تحریکیں نظر آتی ہے جو اس بات کی طرف توجہ دیتی ہوں۔ حالانکہ یہ اسلام کی بنیاد اور اس کا اولین رکن ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق کے لیے دعا گو ہیں۔

اس سے یہ بات بھی آشکار ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے قبروں پر عمارت نہ بنانے، انھیں برابر کر دینے اور سجدہ گاہ نہ بنانے کی وصیت کس قدر پر حکمت تھی۔ یہی وہ کام ہے جس کی بنا پر دفن شدہ لوگوں سے دعا کرنے کا فتنہ در آیا ہے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مخلصانہ عبادت میں رخنہ اندازی ہوئی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کے خواستگار ہیں۔

شرک کی مختلف شکلیں:

شرک کی مختلف صورتیں ہیں، نیکی کا خواہش مند اس کی ہر شکل وصورت سے بھاگتا اور اس سے خود کو بچاتا ہے یہ بہت افسوسناک بات ہے کہ بہت سے مسلمان شرک اور عدم شرک کے متعلق فکر وشعور نہیں رکھتے۔ اس لیے لاشعوری طور پر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں، شرک کی کچھ صورتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ اولیاء اور صالحین کے لیے جانور ذبح کرنا، خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت ہو گئے ہوں۔

۲۔ ان کے لیے نذر ماننا۔

۳۔ کسی مشکل کو دور کرنے کے لیے اور ضرورت پوری کروانے کے لیے ان سے دعا کرنا۔

۴۔ انہیں اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان واسطہ بنانا۔

Marfat.com

۵۔ ان کی قبروں پر میلہ لگانا۔

۶۔ ان سے امیدیں وابستہ کرنا اور ان سے ڈرنا۔

نوٹ:...... یہ مضمون کافی طویل ہو گیا ہے جس کی کچھ وجوہات ہیں۔

(۱) شرک ایک خطرناک کام ہے یہ اسلام کی بنیاد یعنی توحید کو ختم کرتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمان کا عمل ضائع ہو جاتا ہے، اس لیے اس کے ہر راستے سے بچنا چاہیے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ شرک تک پہنچانے کا موثر ترین طریقہ صالحین سے حد سے زیادہ محبت، ان کی قبروں کو عبادت گاہ بنانا وہاں میلے اور عرس لگانا، ان کی تعظیم کے لیے انھیں پختہ بنانا اور ان پر عمارتیں تعمیر کرنا ہے۔

(۲)...... نبی کریم ﷺ نے اس ذریعہ شرک سے پُر زور انداز سے ڈرایا ہے۔ حیات مبارکہ کے آخری ایام میں آپ نے قبروں کو عبادت گاہ بنانے سے سختی سے منع فرمایا۔ پھر وفات سے پانچ روز پہلے دوبارہ تنبیہ کی۔ اس کے بعد آخری لمحات میں مکرر بیان فرمایا۔ انہیں پختہ بنانے، ان پر عمارت تعمیر کرنے سے ممانعت کا اہتمام فرمایا اور اونچی قبروں کو منہدم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

(۳)...... تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ وباء عالم اسلام میں اس قدر عام ہو گئی ہے کہ شاید ہی کوئی اسلامی ملک ہو جس میں اس فتنے نے سر نہ اٹھایا ہو۔

(۴)...... اس تفصیل کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ بہت سے اصلاح کرنے والے بھی اسے کم اہمیت دیتے اور اس سے غفلت برتتے ہیں۔ جب کہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ یہ اہم کاموں میں سرفہرست ہوتا اور اس کا اہتمام بھی زیادہ ہوتا۔ مسلمانوں میں اس کے عام ہونے اور چھا جانے کا آغاز مصر میں فاطمی حکومت سے ہوا ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ کسی کام کا عام ہو جانا اس کے استحکام کی بنیاد ہوتا ہے اور مستحکم ہونے کے بعد وہ اس سے زیادہ بڑھ کر چھا جاتا ہے۔ اس طرح ہی نیکی برائی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور برائی نیکی میں بدل جاتی ہے۔ نیز اس سے ان مصلحین کی آوازیں بھی ناکام ہو جاتی ہیں جو مختلف اوقات اور مختلف جگہوں میں انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

کی طرح اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں اور اس بڑے خطرے سے آگاہ کرتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

اہم نکتہ:

کسی کام کے شرک یا کفر ہونے کا لازمی مطلب یہ نہیں کہ اس کا مرتکب اسلام سے خارج ہو جائے گا یا اس کے ساتھ مشرکوں اور کافروں کی طرح سلوک کیا جائے، یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ جہالت زدہ مسلمان جو اس قسم کے شرکیہ کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں، اگر انہیں کہا جائے کہ کفر کرنے یا قتل ہونے میں سے کس چیز کو پسند کرتے ہو تو وہ کفر کی نسبت قتل ہونا پسند کریں گے بلکہ ان میں سے بیشتر لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی محبت سے سرشار ہوتے ہیں اور دیگر مسلمانوں کی طرح یہ ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن مجید برحق ہے۔ وہ ان کاموں کا ارتکاب لاعلمی اور اس چیز سے ناواقفیت کی بنا پر کرتے ہیں کہ یہ توحید کے منافی ہیں، لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم ناواقف کو معلومات بہم پہنچائیں اور بے خبر کو خبردار کریں۔

اس کا زیادہ خطرہ ان لوگوں کے بارہ میں ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ان کاموں کی شرعی حیثیت سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی اس کو برقرار رکھتے ہیں اور عوام الناس کو اس سے آگاہ نہیں کرتے۔ اس آیت مبارکہ کو ذہن نشین کرنے سے جسم کانپ جاتا ہے اور دل پھٹنے لگتا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَٰتِ وَالْهُدَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَٰبِ ۙ أُولَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾﴾

(البقرة: ۱۵۹۔ ۱۶۰)

”بے شک جو لوگ ان واضح دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جو ہم نے اتاری ہیں جب کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے

Marfat.com

ہیں۔ لیکن جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا تو یہ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔''

خیر خواہی کے طلب گار دنیا کے خاتمے، اس کے بعد اٹھائے جانے اور حساب وکتاب پر یقین رکھنے والے شخص کو یہ آیت ایسے لوگوں میں سے ہونے اور بچنے کی تلقین کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق سے نوازے۔ آمین

Marfat.com

بارہویں وصیت

بدعات سے بچنے کی وصیت

Marfat.com

Marfat.com

بدعات سے بچنے کی وصیت

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ نماز فجر کے بعد ایسا پُر تاثیر وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دل کانپ اٹھے، کچھ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! شاید یہ الوداعی وعظ ہے، کیا آپ ہمیں کوئی وصیت فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور حکمرانوں کی بات سن کر اس پر عمل کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، خواہ وہ حکمران حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ جو تم میں سے باقی رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ تم ان حالات میں نو پیدا شدہ کاموں سے بچ کر رہنا کیونکہ یہ گمراہی ہیں، جو شخص ایسی صورت حال دیکھے وہ میرے طریق کار اور میرے خلفائے راشدین کے طریق کار پر گامزن رہے، اسے انتہائی مضبوطی سے اپنا لو۔'' [1]

امت مسلمہ کے ہر فرد بالخصوص ہر عالم اور صاحب اقتدار کا فرض ہے کہ وہ دین حنیف میں نو وارد کام سے امت کو بچانے کی کوشش کرے، تا کہ صحیح عقیدہ محفوظ رہے جسے دین اسلام میں اساس اور بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ شریعت اسلامیہ نے کتاب وسنت کو بنیاد بنا کر نہ صرف ٹھوس بنیادیں فراہم کی ہیں، بلکہ ان کو جاری وساری رکھنے کا انتظام بھی کیا ہے۔ خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ اس دین حنیف کے تمام سنگِ میل کی تکمیل کے بعد ہی رخصت ہوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المآئدة: ٣)

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی

[1] مسند احمد: ۱۷۱۴۲، ابوداود: ٤٦٠٧، ترمذی: ٢٦٧٦، ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)

Marfat.com

اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔''

اب یہ دین کامل و مکمل ہونے کے بعد کسی کمی وبیشی یا ترمیم کی گنجائش نہیں رکھتا جو شخص ایسی کوشش کرتا ہے، وہ بدعتی، افتراء پرداز اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے والا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴾ (ھود: ۱۸)

اور فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ (الحجرات: ۱)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

دین اسلام میں کوئی نئی چیز لانا اسلام کے محل کو گرانے کی کدال ہے، امت میں تفریق ڈالنے اور اس کا شیرازہ بکھیرنے میں اس کا خطرناک کردار ہے۔ بلکہ اس سے افراد امت میں بغض وعداوت اور باہمی کشاکش پیدا ہوتی ہے۔

اس بنیاد پر آنحضرت ﷺ نے بدعت سے بچنے اور دین میں نیا کام جاری نہ کرنے کی وصیت فرمائی، بدعت ایک کبیرہ گناہ اور سراسر گمراہی ہے، جیسے پیارے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے: ''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔''[1]

بدعت کی تعریف:

کوئی بھی مسلمان یہ نہیں کہے گا کہ شریعت کی نظر میں بدعت مقبول یا صاحب شریعت کے ہاں پسندیدہ ہے، اس کے باوجود مسلمانوں میں بدعات عام ہو رہی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ایسی بدعات کا انکار کرتے ہیں جو دیگر لوگوں میں موجود ہوں لیکن جو بدعات ان کے اپنے ہاں عام ہوں، وہ انہیں کرتے ہوں انہوں نے اپنے باپ دادا اور ہم نوا لوگوں میں

[1] نسائی، ابن خزیمه.

Marfat.com

انہیں دیکھا ہو، اسے وہ بدعت نہیں سمجھتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدعت کے واضح مفہوم پر متفق نہیں ہیں۔ شاید اس کی بہترین تعریف وہ ہے جو امام شاطبی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں کی ہے، ''دین میں خود پیدا کردہ ایسے طریقے کو بدعت کہتے ہیں جو شریعت سے ملتا جلتا ہو اور اسے اپنانے سے اسی طرح اللہ کا قرب مطلوب ہو جیسے شریعت سے مطلوب ہوتا ہے۔''

بدعت کو پہچاننے کا طریقہ:

شاید بدعت کا واضح اصول یہ ہے کہ ہر وہ عمل جس کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہو، جبکہ اسے نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ کیا ہو، حالانکہ ان کے دور میں اسے کرنے کا سبب موجود ہو اور اسے کرنے سے کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو۔

بدعت کے عام ہونے کی وجوہات:

پہلی وجہ:...... اس کا پہلا سبب یہ موہوم عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ آمیزی کا ہر طریقہ باعث قربت ہے۔ جیسا کہ مندرجہ اقتباسات سے واضح ہوگا:

۱:...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے، آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے اردگرد بہت سے لوگ جمع تھے اور اس پر سایہ بھی کیا ہوا تھا، آپ ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا، یہ آدمی روزہ دار ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔'' [1]

۲:...... امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دھوپ میں کھڑے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس نے نذر مانی ہے کہ نہ وہ کسی سے بات کرے گا، نہ سایہ دار جگہ میں آئے گا اور نہ ہی بیٹھے گا بلکہ روزہ رکھے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے کہو کہ بات کرے، سائے میں آئے، بیٹھے اور روزہ مکمل کرے۔

۳:...... جناب قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک خاتون کے ہاں گئے، انہوں نے محسوس کیا کہ وہ کسی سے بات نہیں کرتی، جب پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ

[1] بخاری: ۱۹٤٦، مسلم: ۱۱۱٥.

Marfat.com

اس نے خاموش رہ کر حج کرنے کی منت مانی ہے، انہوں نے اسے فرمایا: ''تم بات کیا کرو، یہ انداز اپنانا جائز نہیں ہے یہ جاہلیت کا انداز ہے یہ سن کر وہ باتیں کرنے لگی۔'' [1]

۴:...... جناب زبیر بن بکار بیان کرتے ہیں کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ احرام کہاں سے پہننا چاہیے، تو انہوں نے فرمایا: ذوالحلیفہ سے جہاں سے رسول اللہ ﷺ نے پہنا تھا، وہ کہنے لگا کہ میں تو مسجد نبوی[2] کے ساتھ آپ کی قبر سے احرام پہنوں گا، یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا: تم ایسے نہ کرنا مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے کہ تم فتنے میں پڑ جاؤ گے، وہ کہنے لگا یہ بھی کوئی فتنے کی بات ہے، چند میل اضافہ ہی تو ہے اور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس سے بڑا فتنہ کیا ہوگا کہ تم یہ سمجھ لو کہ تم ایسی نیکی کرنے لگے ہو جسے اللہ کے رسول[4] نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ تو فرما رہا ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳ ﴾ (النور: ٦٣)

''جو لوگ اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔''

۵۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کی مواخات کرائی تھی ایک دفعہ حضرت سلمان انہیں ملنے گئے تو یہ دیکھا کہ ام درداء رضی اللہ عنہا میلی کچیلی حالت میں ہے تو ان سے پوچھنے لگے تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے بتایا کہ تمہارے بھائی ابودرداء کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس کے بعد ابودرداء آ گئے اور ان کے لیے کھانا تیار کیا اور پیش کر دیا۔ حضرت سلمان نے کہا تم بھی کھاؤ وہ کہنے لگے میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، حضرت سلمان نے کہا تم نہیں کھاؤ گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گا، یہ سن کر انہوں نے کھانا کھا لیا۔ پھر جب رات ہوئی تو ابودرداء تہجد پڑھنے لگ گئے، حضرت سلمان نے ان سے کہا سو جاؤ، وہ سو گئے، پھر دوبارہ تہجد پڑھنے لگے تو کہا کہ سو جاؤ اور وہ سو گئے، جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تو حضرت

---

[1] بخاری: ۳۸۳٤.

Marfat.com

سلمان نے کہا اب تہجد پڑھو، پھر دونوں نے تہجد پڑھی، اس کے بعد حضرت سلمان نے کہا تمہارے رب کا تمہارے اوپر حق ہے اور تمہارا اپنا بھی تمہارے اوپر حق ہے۔ تمہارے اہل خانہ کا بھی تم پر حق ہے۔ ہر حق دار کو اس کا حق دو، اس کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہیں یہ واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا سلمان نے صحیح کیا ہے۔ [1]

دوسری وجہ: خواہشات کی پیروی:

نمود و نمائش کی خواہش انسان کی زندگی پر نمایاں اثر ڈالتی ہے جب خواہش شرعی پابندیوں سے آزاد ہو جائے اور اسے بڑھتے چڑھتے اتنا آزاد کر دیا جائے کہ یہ انسان کے دماغ پر حاوی ہو جائے اور اس کے کردار کا حصہ بن جائے تو یہ بالآخر اسے بدعت کے ایجاد کرنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کر دیتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾ (القصص: ٥٠)

”اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔“

اور فرمایا:

﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴾ (ص: ٢٦)

”اور خواہش کی پیروی نہ کریں، ورنہ وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔“

تیسری وجہ: نامعصوم کی پیروی:

بدعات کے نشو ونما پانے کا ایک سبب نامعصوم کی پیروی ہے اور وہ اس طرح کہ اس کے قول و فعل کو شریعت کے مقابلہ میں دلیل بنا لیا جائے کیونکہ نامعصوم شخص سے صحیح اور غلط

---

[1] بخاری: ١٩٦٨.

Marfat.com

دونوں کام ہو سکتے ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے عاری ہو تو وہ جھوٹ بھی بولے گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی بات ماننا اور اس کی پیروی کرنا دین سے انحراف، بدعت پر عمل پیرا ہونے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمے غلط باتیں منسوب کرنے کا سبب بنے گا۔

نبی اکرم حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید آخری کتاب ہے اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے، لہٰذا قانون وہی ہے جو آپ فیصلہ فرمائیں، سنت وہی ہے جو آپ رائج کریں، اس دائرے سے نکلنا اہل بدعت کے لیے راستہ ہموار کرنے کا باعث ہے۔

چوتھی وجہ: نامستند احادیث کو دلیل بنانا:

علماء کا کہنا ہے کہ اہل بدعت کی بنیاد ضعیف یا موضوع حدیثیں ہیں، جب کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے، جو شخص میرے ذمے کوئی جھوٹی بات لگاتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تیار کرے۔ ❶

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے، جو شخص میری طرف کوئی بات منسوب کرے اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ یہ جھوٹی ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ ❷

جس قدر اس معاملہ میں تساہل ہوگا، اسی قدر لوگ سنت سے دور رہیں گے اور بدعت کے چنگل میں آئیں گے۔

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم:

کچھ علماء بدعت کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں، بدعت حسنہ (اچھی بدعت) اور بدعت سیئہ (بری بدعت) جبکہ اس تقسیم کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بدعات تو سب کی سب بری ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ ❸

امام مسلم نے بھی اسے ذکر کیا ہے، لیکن ان کے ہاں (كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ) کے الفاظ نہیں ہیں۔ ❹

جہاں تک آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے (مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً) ''جو

❶ بخاری: ۱۰۸، مسلم: ۲. ❷ مسلم: ۱. ❸ سنن نسائی. ❹ حدیث: ۸۶۷.

Marfat.com

شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ اختیار کرے گا۔'' ❶

تو اس سے مراد پہلے سے شریعت میں موجود طریقہ ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان ایک صحابی کے صدقہ کرنے کے پس منظر میں بیان ہوا ہے، جس میں لوگ قحط میں مبتلا تھے تو آپ نے صدقہ وخیرات میں مسابقت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے یہ فرمان صادر فرمایا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باجماعت تراویح کے موقع پر فرمایا تھا: (نِـعْـمَـتِ الْبِـدْعَةُ هٰـذِهِ) یہ کتنی اچھی بدعت ہے، تو اس سے وہ بدعت کا لغوی معنی مراد لے رہے تھے، اصطلاحی معنی مراد نہیں لے رہے تھے کیونکہ انہوں نے یہ فرمان لوگوں کو نماز تراویح ایک امام کے پیچھے ادا کرتے دیکھ کر صادر کیا تھا۔ باجماعت نماز تراویح خود رسول اللہ ﷺ نے کچھ راتیں کرائی تھی اور پھر اس اندیشے سے انہیں جاری نہیں رکھا تھا کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے اس کے بعد لوگ انفرادی اور اجتماعی طور پر پڑھتے رہے تھے، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور نبوی میں کیے گئے کچھ راتوں کے عمل کی طرح ایک ہی امام کے پیچھے ادا کرنے کے لیے سب کو اکٹھا کر دیا تھا۔ اور ایک ایسے عمل کو دوبارہ شروع کروایا جو ایک خاص وجہ سے جاری نہیں ہوا تھا اور وہ وجہ یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ کو یہ اندیشہ تھا۔ کہ کہیں اسے مسلمانوں پر فرض نہ کر دیا جائے، لغت کے لحاظ سے اسے بدعت کہتے ہیں، شرعی معنوں میں بدعت نہیں ہے، کیونکہ شرعی بدعت تو ایک حرام کام ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا تھے۔ ممکن نہیں ہے کہ وہ ایسا کام کریں جس سے آنحضرت ﷺ نے بچنے کو کہا ہو۔

شرعی کام کرنے کا ذریعہ بننے والے وسائل شریعت کی رو سے بدعت نہیں ہیں اور مدارس کی تعمیر اور کتابوں کی اشاعت وغیرہ کی یہی صورت حال ہے۔ کیونکہ وسائل وذرائع کی شرعاً وہی حیثیت جو ان کے ذریعے اپنائے جانے والے شرعی کاموں کی ہے جبکہ یہ وسائل وذرائع حالات اور جگہوں کی تبدیلی سے تبدیل ہو جاتے ہیں۔

کسی شرعی کام کا ذریعہ دریافت کرنا تو اس حدیث کے معنی میں آتا ہے۔ آپ کا ارشاد

---

❶ مسلم: ۱۰۱۷.

Marfat.com

ہے ''جو شخص اسلام میں رہتے ہوئے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے گا اسے اس کا ثواب ہوگا۔ اور قیامت تک اس طریق کار کے اپنانے والوں کا بھی ثواب ہوگا۔''

بدعت کو اچھی اور بری دو قسموں میں تقسیم کرنے سے بھی گئی گزری رائے ان لوگوں کی ہے جو اسے پانچ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں (۱) واجب بدعت (۲) حرام بدعت (۳) جائز بدعت (۴) مستحب بدعت (۵) مکروہ بدعت۔ البتہ اگر بدعت کا شرعی کی بجائے لغوی معنی مراد لیا جائے تو الگ بات ہے۔

بدعت کے لغوی اور شرعی معنی میں فرق اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جب آپ کوئی نیا کام کرنا چاہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا مقصود ہو تو اپنے جی سے پوچھیں کیا ایسے کرنا نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے؟ کیا اس کا محرک آپ کے دور میں موجود تھا؟ کیا اس دور میں کرنے سے کوئی چیز مانع تو نہیں تھی؟ جب اسے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے نہ کیا ہو اور اس کا محرک بھی موجود ہو اور اس دور میں اس سے کوئی چیز مانع بھی نہ ہو تو یہ کام کرنا شرعاً بدعت ہوگا۔

بدعت کی مثال:

اس کی ایک مثال لیں، اگر کوئی شخص اذان کے دوران اللہ اکبر کے بجائے اللہ اکبر واعلیٰ اس وجہ سے کہے کہ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اضافے کا اظہار ہو تو ہم اسے کہیں گے کہ یہ کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ حالانکہ اس کا محرک یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار موجود تھا، کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام بدعت اور گمراہی ہے۔

ایک دوسری مثال لیں، اگر لوگ نماز چاشت کو باجماعت پڑھنے لگ جائیں اور کہیں کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس طرح لوگوں میں اسے پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا تو ہم کہیں گے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو نماز ضحیٰ باجماعت نہیں پڑھائی تھی جبکہ اس کا محرک موجود تھا اور وہ ہے لوگوں کو اس نماز کا شوق دلانا اور اس سے مانع بھی کوئی نہیں تھا۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ نماز چاشت کو باجماعت ادا کرنا بدعت ہے، اس قسم کی بدعت کو اضافی بدعت کہتے ہیں اور یہ بنیادی بدعت سے الگ ہے، بنیادی بدعت یہ ہے کہ اس عبادت کا شریعت میں سرے سے وجود ہی نہ ہو۔

Marfat.com

تیرھویں وصیت

فتنہ قتل و غارت سے بچنے کی تلقین

Marfat.com

Marfat.com

فتنہ قتل وغارت سے بچنے کی تلقین

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے حجۃ الوداع میں فرمایا لوگوں کو خاموش کرواؤ، پھر فرمایا: ''تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کے گلے کاٹنے لگو۔''❶

تمہید:

ہمیں نبی کریم ﷺ نے دنیا کے آخری دور کے حالات اور اس میں رونما ہونے والے فتنوں، گناہوں اور ظلم وستم سے آگاہ فرمایا، آپ نے ہمیں بتایا کہ بے راہ روی، قتل وغارت اور خون ریزی ہوگی، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک علم کو اٹھا نہ لیا جائے۔ زلزلے کثرت سے ہوں گے، وقت مختصر ہو جائے گا، فتنے رونما ہوں گے، قتل وغارت بہت زیادہ ہوگی۔''❷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک ھرج بہت نہ ہو جائے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ ھرج کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قتل وغارت اور خون ریزی۔''❸

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ: ''میں اس ذات کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایک وقت ایسا آئے گا کہ قاتل کو معلوم نہیں ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور مقتول کے بارہ میں معلوم نہیں ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا وہ کیسے ہوگا؟

---

❶ بخاری: ٦٨٦٩، مسلم: ٦٥.

❷ بخاری: ١٠٣٦۔ مسلم: ١٥٧.

❸ بخاری: ٣٦٠٩، مسلم: ٧٢٥٧.

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا، افراتفری کی بناء پر۔'' (1)

کسی انسان کو قتل کرنا کفر کے بعد کبیرہ گناہ ہے، کسی شخص کو بڑی مصلحت کے بغیر قتل نہیں کیا جا سکتا۔

مصلحت سے مراد یہ ہے کہ اس کے قتل کے ذریعے کسی بڑے شر کو روکنا مقصود ہو، اگر یہ نہ ہو تو اسے قتل کرنا حرام ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ﴾ (المآئدة:٣٢)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا۔''

اس آیت کریمہ سے اہل علم نے قاعدہ بنایا ہے کہ کسی شخص کی جان کو ضائع نہ کرنا ایک بنیادی اصول ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ ایک قاعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ﴾ (المآئدة:٣٢)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا۔''

لہٰذا کسی شخص کو قصاص کے طور پر قتل کیا جائے گا یا سرکش بن کر زمین میں فساد برپا

---

(1) مسلم: ٢٩٠٨.

Marfat.com

کرنے کی وجہ سے مثلاً کوئی شخص دین اسلام کو چھوڑ دے یا راہزن بن جائے۔ [1]

امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ایسے کافروں کو قتل کرنا منع ہے جو مسلمانوں سے قتال نہیں کرتے ہیں، شاید اس میں راز یہ ہے کہ اصولی طور پر کسی بھی انسان کو قتل کرنا منع ہے، صرف فساد کے ازالہ کے لیے کسی کو قتل کرنا جائز ہے، جو شخص نہ کسی کو قتل کرے اور نہ ہی قتل کرنے کے قابل ہو، وہ ضرر رسانی میں قتل کرنے والوں کی طرح نہیں ہوتا لہٰذا اسے بنیادی اصول کے تحت قتل نہ کرنے کا حکم ہے۔ [2]

قرآن مجید نے صریح الفاظ میں بتایا ہے کہ انسان کے باہمی تعلقات میں ازحد برا فعل اور انتہائی ناپسندیدہ کام خونریزی، زمین میں فساد برپا کرنا اور اس میں برتری کا اظہار اور تکبر کرنا ہے، قرآن مجید نے یہ بات ایک سو بیس مقامات پر رُک رُک کر بیان کی ہے۔

قرآن مجید میں اس بات کے واضح دلائل موجود ہیں کہ قصاص، حدود کے نفاذ اور جہاد کے لیے قتل کرنا صرف اس لیے جائز قرار دیا گیا ہے کہ اس سے مذکورہ بالا تین باتوں کی جڑ کاٹنا مقصود ہے، جیسا کہ درج ذیل آیات مبارکہ میں یہ بات بیان کر دی گئی ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (البقرة: ۱۷۹)

''اور تمھارے لیے بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے اے عقلوں والو!''

نیز فرمایا:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ﴾

(المائدة: ۳۳)

''ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں، یہی ہے کہ انھیں بری طرح قتل کیا جائے، یا انھیں

[1] قاعدة مختصرة في قتال الكفار ومهادنتهم لابن تيميه، ص ۲۰۳، ۲۰۴.

[2] إحكام الأحكام.

Marfat.com

بری طرح سولی دی جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخلف سمتوں سے بری طرح کاٹے جائیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾

(البقرة: ۲۵۱)

''اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کو ایک کے ذریعے دوسرے کو ہٹانا (طے) نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی۔''

جہاں تک مسلمان شخص کو قتل کرنے کا تعلق ہے تو قرآن وسنت میں اس سے بچنے کی تاکید بلکہ اس کام کے گھناؤنے پن کا شد و مد سے اظہار کیا گیا ہے۔

ارشاد ربّ العزت ہے:

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝۹۳﴾ (النسآء: ۹۳)

''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔''

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ، بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهِ.)) [1]

''جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہوتے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو قاتل ہے،

---

[1] بخاری: ۳۱.

Marfat.com

مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے بھائی کو قتل کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ''سات تباہ کن کاموں سے بچ جاؤ، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے وقت میدان سے فرار ہو جانا اور بھولی بسری مسلمان پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانا۔''❶

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''جب تک کوئی مسلمان کسی کو ناجائز قتل نہیں کرتا اسے اپنے مذہب میں فراخی حاصل رہتی ہے۔''❷

یہی وجہ ہے کہ مسلم حکمرانوں کے خلاف بغاوت ایک ایسی بدعت ہے، جو اسلام کو کمزور کرنے میں سرفہرست ہے۔ اسلام میں قدیم سے ہی طرح طرح کی بدعات ہوتی رہی ہیں، لیکن اس ایک بدعت کی تردید اور اس سے بچنے کے لیے نبی کریم ﷺ کے کئی ایک فرامین موجود ہیں۔ اس سے میری مراد خارجیوں کی بدعت ہے وہ مسلمانوں کو کافر قرار دے کر انہیں قتل کرتے اور بغاوت کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص میری امت کے خلاف اٹھ کھڑا ہو، نیک اور بد کو مارنے لگ جائے، کسی مسلمان کا خیال نہ رکھے، کسی معاہدے کی پاسداری نہ کرے اس کا مجھ سے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔❸

ایک تلخ حقیقت:

یہ دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ دور حاضر میں کچھ مسلمان اپنے بھائیوں کی جان سے کھیلنا معمولی کام سمجھتے ہیں، جیسا کہ آج کل صومال، سوڈان، عراق، پاکستان، افغانستان اور دیگر مسلم ممالک میں ہو رہا ہے، اسلام کے دشمن کافروں کی بجائے مسلمان بھائیوں کا قتل

---

❶ بخاری: ٢٧٦٦.
❷ بخاری: ٦٨٦٢.
❸ مسلم: ٤٧٨٦.

Marfat.com

عام ہو رہا ہے۔

یہ دیکھ کر اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ صورت حال ان احادیث کا مصداق نہ ہو جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک فتنے چھا نہ جائیں اور ہرج یعنی قتل و غارت عام نہ ہو جائے۔'' ❶

اسی طرح آپ کا فرمان ہے: ''مجھے اس ہستی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، لوگوں پر ایک ایسا دور ضرور آئے گا کہ نہ قاتل کو پتہ ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا ہے اور نہ مقتول کو ہی پتہ ہوگا کہ اسے کیوں مارا گیا، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قتل و غارت عام ہو جائے گی۔'' ❷

اہل علم اور ارباب وعظ وارشاد کا فرض ہے کہ وہ عوام الناس کو اس خطرے سے آگاہ کریں اور اس بات کو اتنی ہی اہمیت دیں جتنی اس امت کے مشفق و مربی حضرت محمد ﷺ نے دی۔

اسلام روحانی تحفظ بھی فراہم کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر یہ احسان ہے کہ اس نے دین اسلام کو ایسا طرز حیات بنایا ہے، جس میں تحفظ اور امن وامان پایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو مکہ مکرمہ میں امن وامان کی نعمت کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾

(القصص: ۵۷)

''کیا ہم نے ان کو حرم میں جگہ نہیں دی جو ان کا مقام ہے جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں۔''

یہ دین اسلام امن کا داعی و علمبردار اور اسے فراہم کرنے والا مذہب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

❶ بخاری: ۷۱۲۱، مسلم۔ ❷ مسلم: ۷۳۰۳۔

Marfat.com

﴿ اَوَ لَمۡ يَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِهِمۡ ؕ ﴾

(العنکبوت: ٦٧)

''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے ایک حرم امن والا بنا دیا ہے، جب کہ لوگ ان کے گرد سے اغوا ہو رہے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِىۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾ ﴾ (قریش: ۳۔ ٤)

''تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ وہ جس نے انھیں بھوک سے (بچا کر) کھانا دیا اور خوف سے (بچا کر) امن دیا۔''

لوگوں کو خوف و ہراس جیسی جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ان کی اپنی کرتوتوں کی وجہ سے ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرۡيَةً كَانَتۡ اٰمِنَةً مُّطۡمَئِنَّةً يَّاۡتِيۡهَا رِزۡقُهَا رَغَدًا مِّنۡ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَ الۡخَوۡفِ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ ﴾ (النحل: ١١٢)

''اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو امن والی، اطمینان والی تھی، اس کے پاس اس کا رزق کھلا ہر جگہ سے آتا تھا، تو اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا، یہ اس کے بدلے ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

امن ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے سارے کام سنورتے ہیں۔ اسی طرح فساد و بگاڑ پیدا کرنے والوں کے خاتمہ ہی سے اور ان سے توبہ کروا کر ہی راہیں کھلتی ہیں، لوگوں کو خوف زدہ رکھنے والوں کا خاتمہ کرنا بذات خود ایک بڑا کار خیر ہے۔

Marfat.com

دشمن کی چالبازی سے آگاہ رہنا:

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ ہمارا دشمن کبھی یہ نہیں چاہتا کہ مسلمان اپنے ملکوں میں امن وسکون کی زندگی گزاریں۔۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ مسلمان اچھے کام کریں اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہو۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے والے ہر شخص کے سامنے یہ بات کھل کر آتی ہے کہ مسلمانوں کو درپیش دینی اور دنیاوی تمام تر مشکلات ان کے باہمی اختلاف اور فرقہ بندی کا نتیجہ ہیں اور مسلمانوں میں بغض وعداوت کا سبب شیطان اور اس کے انسانی چیلوں کا پیدا کردہ ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہتے ہیں وہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

Marfat.com

چودھویں وصیت

سود سے بچنے کی وصیت

Marfat.com

Marfat.com

سود سے بچنے کی وصیت

۱:...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع کی تفصیل ایک طویل حدیث میں بیان کی ہے، اس میں مسجد نمرہ میں عرفہ کے روز آپ ﷺ کا خطبہ ذکر کرتے ہوئے کہا ہے، اس خطبہ میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے ''دورِ جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا ہے، سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کا سود ختم کرتا ہوں، یہ سب کا سب ختم ہے۔'' ❶

۲:...... حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھا، انہوں نے بھی آپ ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع بیان کیا ہے، اس میں بھی سود سے متعلق آپ کا فرمان ہے: ''لوگو! دور جاہلیت کے سب سود ختم کر دیے گئے ہیں، تمہیں اصل زر ملے گا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' ❷

۳:...... حضرت ابوحرہ رقاشی اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے ایام تشریق کے درمیان والے دن میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑی ہوئی تھی اور لوگوں کو سامنے سے ہٹا رہا تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! دور جاہلیت کے تمام قسم کے سود ختم کر دیئے گئے ہیں، غور سے سنو! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عباس بن عبدالمطلب کا سود ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے، تمہیں اصل زر ملے گا، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' ❸

---

❶ مسلم: ۱۲۱۸.

❷ ترمذی: ۳۳۴۱، ابوداود: ۳۳۳۴، ابن ماجہ: ۳۰۵۵، ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

❸ سنن دارمی: ۲۵۳۷.

Marfat.com

(اس حدیث کی سند قابل اعتراض ہے) اگر اس کی سند صحیح ثابت ہو تو بھی اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے جاہلیت کے سود کو واپس کرنے اور اسے حرام کرنے کا اعلان کیا ہے، اس کا آغاز اہل بیت سے کیا ہے۔ حجۃ الوداع کے دوران یہ اعلان دو دفعہ کیا، عرفات کے دن بھی اور ۱۲ ذوالحجہ کو بھی۔

سود کا رائج طریقہ:

جدید اور قدیم دور میں سود کا رائج اور زیادہ تر طریق کار یہ رہا ہے کہ رقم کو طے شدہ مدت کے عوض اضافے کے ساتھ حاصل کیا جائے۔ اس اضافے کو عرب سودی بینک اپنی زبان میں ''قرض کے سروس چارجز'' یا ''منافع'' کا نام دیتے ہیں، اس طرح سودی قرض کو منافعاتی قرض کہتے ہیں، یہ تو ہے عربی زبان میں ان بینکوں کی سود سے تعبیر ہے۔ جبکہ عربی زبان کے علاوہ انگریزی اور دیگر زبانوں میں اس اضافے کو اصل نام سود (Interest) سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔

سود کا حکم:

سود تمام شریعتوں میں حرام ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝﴾

(النسآء: ۱۶۰۔ ۱۶۱)

''تو جو لوگ یہودی بن گئے، ان کے بڑے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں، جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں نیز ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔ اور ان کے سود لینے کی وجہ سے، حالانکہ یقیناً انھیں اس سے منع کیا گیا تھا اور ان کے لوگوں کے اموال باطل طریقے کے ساتھ کھانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے کفر کرنے والوں

Marfat.com

کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

دور جاہلیت کے قوانین جیسے حمورابی کا قانون ہے، فراعنہ مصر کے قوانین ہیں اور جدید مذہبی قانون ہے، ان میں سود کی کچھ صورتیں حرام ہیں، جیسے فرانسیسی قانون مجریہ ۱۹۳۵ء ہے۔ اٹلی کا قانون جرائم ۶۲۲ء ہے۔

ہماری شریعت نے بھی اسے حرام ہی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں سود خوروں کے بارہ میں جتنی وعید بیان ہوئی ہے، وہ دوسرے نافرمانوں کے بارہ میں نہیں ہوئی۔ فرمان ہوتا ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ﴾ (البقرة: ۲۷۵)

''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، ایسے کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔''

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان کے ساتھ اعلان جنگ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ج ﴾

(البقرة: ۲۷۸-۲۷۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔ اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو۔''

جس شخص سے اللہ کی جنگ ہو وہ یقیناً شکست خوردہ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے اسے سات تباہ کن گناہوں میں شمار کیا ہے، آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا ہے، سات مہلک گناہوں سے بچ جاؤ، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ

Marfat.com

شرک کرنا، جادو کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دوران بھاگ جانا اور پاکدامن بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا۔ ❶

آپ ﷺ نے اس کاروبار میں حصے لینے والے ہر شخص کو لعنتی قرار دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''اللہ کے رسول ﷺ نے سود لینے والے، سود دینے والے، اسے لکھنے والے اور دونوں گواہوں کو ملعون قرار دیا اور فرمایا: یہ سب برابر کے لعنتی ہیں۔'' ❷

سود کے انفرادی اور اجتماعی نقصانات:

سودی کاروبار ان گھناؤنے جرائم میں سے ہے: جس کا فرد اور معاشرے کو از حد نقصان ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب زنا اور سود کسی آبادی میں عام ہو جاتا ہے تو وہاں کے لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اپنے اوپر خود لے آتے ہیں۔'' ❸

اس میں باری تعالیٰ کے اس فرمان کی تصدیق ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ﴾

(البقرة: ٢٧٨۔ ٢٧٩)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور جو سود جو باقی ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔ اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو۔''

انفرادی نقصانات میں سے یہ نقصان ہی کوئی کم نہیں کہ اس سے معیشت سے برکت ختم ہو جاتی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

❶ بخاري: ٢٧٦٦، مسلم: ٢٦٢.

❷ بخاري، مسلم: ١٥٩٨.

❸ مستدرك حاكم.

Marfat.com

﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ﴾ (البقرة: ٢٧٦)

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔''

علاوہ ازیں وہ شخص نبی کریم ﷺ کی طرف سے ملعون ہو جاتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، اسے کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں کو ملعون کہا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ لعنت میں برابر ہیں۔''❶

سود کے نقصانات:

صاحب شریعت نے سود کے متعلق اتنی شدید حرمت اور سخت وعید اس کے بے تحاشا نقصانات کی وجہ سے سنائی ہے، اس کے کچھ بڑے بڑے اور نمایاں نقصانات یہ ہیں:

۱۔ اس سے لوگوں میں باہمی عداوت اور نفرت پیدا ہوتی ہے جب کہ اسلام اسے روکنے اور اس کے تمام راستے بند کرنے کو ایک عظیم کارنامہ قرار دیتا ہے۔

۲۔ اس سے قرض حسن کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ جب لوگوں میں سود رائج ہو جاتا ہے تو وہ قرض حسن نہیں دیتے اور ضرورت مند لوگ سود لینے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں، قرآن مجید نے کیسا عمدہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ اس نے سود سے بچنے کی تلقین صدقہ کرنے کی ترغیب کے ساتھ ملا کر بیان کی ہے۔ صدقہ وخیرات کی چودہ آیات میں سورت بقرہ میں ذکر کرنے کے فوراً بعد سود سے بچنے کی سات آیات ذکر کی ہیں، باری تعالیٰ نے ﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا ﴾ 'سود کو اللہ تعالیٰ ختم کر دیتا ہے کہنے کے بعد ﴿ وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ﴾ ''صدقات وخیرات کو بڑھاتا ہے۔'' کہا ہے۔

سورت آل عمران میں فرمایا ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ﴾ (آل عمران: ۱۳۰) ''اے ایمان والو! دوگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔''

اور اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ ﴾ (آل عمران:

---

❶ بخاری: ١٥٩٨، مسلم.

Marfat.com

۱۳۴) ''وہ لوگ آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ) میں خرچ کرتے ہیں۔''

اسی طرح سورۂ روم میں فرمایا: ﴿وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاْ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰہِ ج﴾ (الروم: ۳۹) ''اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے ہاں اس میں افزائش نہیں ہوتی۔''

۳:...... اس سے تنگ دستوں کی تنگ دستی میں اضافہ ہوتا ہے:

عدالتوں اور جیل خانوں میں کتنے غریب لوگ سود کی قسطوں کی عدم ادائیگی پر عاجز ودرماندہ پڑے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں سے جیلیں بھری پڑی ہیں۔

۴:...... سودخور کے مزاج میں بری اور گھٹیا عادتیں پرورش پاتی ہیں، سودخور میں انا پرستی تکبر، سخت دلی، ناجائز فائدہ اٹھانے اور لالچ جیسی گھٹیا عادتیں جنم لیتی ہیں۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط﴾ (البقرۃ: ۲۷۵)

وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔''

۵:...... غریبوں کا مال انسان کے ایک طبقہ میں جمع ہو کر رہ جاتا ہے۔ عصر حاضر میں اقتصادیات کے وسیع تر ہو جانے کی بنا پر سود کے تباہ کن معاشی اور معاشرتی اثرات اس قدر کھل کر سامنے آ چکے ہیں کہ وہ کسی سے بھی مخفی نہیں رہے۔

سود کو حلال کرنے اور رائج کرنے کی مذموم کوشش:

یہ بات بہت افسوس ناک ہے کہ موجودہ دور میں بہت سے مسلمان کچھ سودی معاملات کو جائز سمجھتے اور انہیں اپناتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کچھ اہل علم ان معاملات کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں اور وہ سودی حرمت کے پس منظر (Logic) سے

Marfat.com

ناواقف ہیں۔

کچھ اہل علم نے بینکاروں کے ہاں رائج ٹرسٹ (Trust) کو جائز کہا ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ بذریعہ قرض حاصل ہونے والے منافع میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

انہیں اس بات کا علم نہیں کہ بینکاروں کے ہاں رائج قرض کی اصطلاح فقہاء کی اصطلاح سے مختلف ہے، شریعت کی نظر میں قرض سے مراد سہولت دینے کا معاہدہ ہے۔ اس میں وقت بنیادی حیثیت نہیں رکھتا، جب کہ بینکوں میں ''منافع بذریعہ قرض'' سے مراد وہ معاہدہ ہے جس میں مدت کا تقرر بنیادی عنصر ہے، یہی چیز فقہ کی اصطلاح میں سودی تجارت کہلاتی ہے۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ عربی زبان میں بینک والے اس معاہدے کے لیے ''ربا'' کا لفظ ہی استعمال کرتے ہیں، بلکہ غیر عرب مسلمان بھی اس کے لیے یہی لفظ استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح بینکوں میں سود کا ایک نیا حیلہ رائج ہے، اسے وہ ''تورّق'' کا نام دیتے ہیں، وہ لوگوں کی اس بات سے ناواقفیت اور لاعلمی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں کہ جس ''تورّق'' میں فقہاء کا اختلاف ہے وہ تعامل کے لحاظ سے بینک والوں کے ہاں رائج ''تورّق'' سے یکسر مختلف ہے جو کہ ایک سودی حیلہ ہے، بظاہر وہ اس سے ملتا جلتا ہے، باری تعالیٰ کا بھی فرمان ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ (البقرة: ٢٧٥)

''یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو (نفع کے لحاظ سے) سود کی طرح ہی ہے۔''

باعث لعنت سودی حیلے اور اسلامی طریق کار میں ظاہری مماثلت کے باوجود ایک بنیادی فرق ہے اور وہ الحمد للہ بالکل واضح ہے۔ اس کی بنیاد فریقین کے مقصد کے اظہار پر منحصر ہے جب باہمی تعامل کا مقصد واضح اور ظاہر ہو جائے کہ ان کا مقصد سود ہے تو اس کا باعث لعنت سودی حیلہ ہونا کھل کر سامنے آ جاتا ہے اور وہ شرعی طریقہ نہیں رہتا۔

قرض دہندہ بینک اور قرض لینے والے فرد کا طریق کار کے عناصر پر اتفاق کر لینا سود

Marfat.com

کے ارتکاب کا آئینہ دار ہوتا ہے، بظاہر وہ اسلامی نظر آتا ہے۔ سود کے معاشرتی، اقتصادی اور اخلاقی تباہ کن نتائج اس تعامل میں اسی طرح سامنے آتے ہیں جس طرح واضح سود میں نظر آتے ہیں۔ جب کہ بینک اسے قرض برائے منفعت کہہ رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا نیت کا لحاظ ہوتا ہے۔

حرمت کے مقاصد کو بغور دیکھا جائے تو اس باعث لعنت حیلے کی اصلیت کھل کر سامنے آجاتی ہے جسے بینک والے دور حاضر میں ''تورّق'' کا نام دے دیتے ہیں۔

Marfat.com

پندرھویں وصیت

دین کی تبلیغ

Marfat.com

Marfat.com

دین کی تبلیغ

ا:...... حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے قربانی کے دن منیٰ میں آنحضرت ﷺ کے دیئے ہوئے خطبہ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سامعین کو چاہیے کہ وہ یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں ہوسکتا ہے جن تک یہ باتیں پہنچائی جائیں وہ اسے سامعین سے زیادہ یاد رکھیں۔'' [1]

۲:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے روز لوگوں کو خطبہ دیا، وہ خطبے کے الفاظ ذکر کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک اونچا کیا اور فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے دین پہنچا دیا؟ اے اللہ! کیا میں نے دین پہنچا دیا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اپنی جان کے مالک کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں یہ آنحضرت ﷺ کی اپنی امت کو نصیحت ہے کہ حاضرین آنے والوں تک دین پہنچائیں۔ [2]

۳:...... حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد خیف میں ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری بات سنی اور پھر اسے یاد رکھا، پھر اسے غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیا، بہت سے صاحب علم بات کو سمجھ نہیں پاتے اور بہت سے صاحب علم اپنے سے زیادہ سمجھ دار تک اسے پہنچاتے ہیں۔'' [3]

حضرت محمد ﷺ ہدایت اور نور لے کر آئے اور انہوں نے اس کے ذریعے دنیا جہاں کو منور کر دیا، آپ ﷺ کی یہ خوشخبری ہے کہ یہ نور ہر گھر میں پہنچے گا، کوئی کچا یا پکا مکان ایسا نہیں

---

[1] بخاری: ٦٧. [2] بخاری: ۱۷۳۹.

[3] مستدرك حاكم: ۲۹۷.

Marfat.com

ہوگا جس میں یہ نور نہ پہنچے، اس کے ذرائع ابلاغ میں سے ایک ذریعہ یہ ہے کہ مسلمان اس نور کو پوری دنیا تک پہنچانے کا فریضہ ادا کرنے اور انہیں یہ خوشخبری دینے کے لیے بھرپور کوشش کریں۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اس بات کی تاکید سب سے بڑے اجتماع اور عظیم الشان موقع پر کرتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرما رہے ہیں، حاضرین کو چاہیے کہ وہ نہ آنے والوں تک ان باتوں کو پہنچا دیں۔

آپ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی فرمایا کرتے تھے: ''یہ باتیں تم سنو گے اور تم سے یہ سنی جائیں گی اور جو تم سے سنیں گے ان سے انہیں سنا جائے گا۔''❶

اسی طرح یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا یہاں تک کہ نیکی عام ہو جائے گی اور روشنی پھیلتی جائے گی، روئے زمین پر کوئی مرد وزن نہیں ہوگا جسے یہ نیکی معلوم نہ ہو اور یہ نور اس تک نہ پہنچے۔

تبلیغ دین کا صحیح مفہوم:

صاحب شریعت کی اس وصیت کو صحیح طور سے نہ سمجھنے کی بنا پر بہت سے مسلمان تبلیغ دین میں بہت کوتاہی کا شکار ہو گئے ہیں، اس لیے یہ نور اور روشنی دنیا کے بہت سے افراد تک نہیں پہنچ رہی۔

تبلیغ دین کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی اتنا بڑا عالم اور مفتی ہو کہ شریعت کے بیشتر مسائل اس سے اوجھل نہ ہوں تاکہ وہ دعوت وتبلیغ کا اہل قرار پائے، صورت حال ایسے ہرگز نہیں۔ آیئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث سنتے ہیں، وہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جو ہماری کوئی حدیث سنے پھر اسے یاد کرے اور دوسروں تک پہنچائے۔ بہت سے لوگ اپنے سے زیادہ

---

❶ حاکم: ۳۳۱، ۳۳۲.

Marfat.com

سمجھنے والے تک دین پہنچانے والے ہوتے ہیں اور کچھ صاحب علم خود اسے سمجھنے والے نہیں ہوتے۔''❶

اس حدیث میں مزید یہ ارشاد فرمایا ہے کہ بات کو آگے پہنچانے والا بسا اوقات خود اسے بالکل نہیں سمجھ رہا ہوتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات پر غور کریں ایک شخص آپ کے پاس آ رہا ہے، اور اسلام لانے کے فوراً بعد اپنے قبیلے کے پاس جا کر انہیں اس نور وہدایت کی نوید سناتا ہے، جسے حضرت محمد ﷺ لے کر آئے تھے، اگر دعوت دین کا کام صرف راسخ اہل علم تک محدود ہوتا تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اسلام میں نئے نئے آئے تھے وہ اسے دوسروں تک نہ پہنچاتے۔

دعوت دین کی شرائط:

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث سے دعوت دین کا کام کرنے والے کے لیے دو شرطیں معلوم ہو رہی ہیں۔

ا:...... شریعت کی جو بات دوسروں تک پہنچانا چاہتا ہو وہ اسے یاد ہو، تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے متعلق کوئی جھوٹی بات نہ کہے، یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اس سے مراد صرف وہ مسئلہ شریعت ہے جسے وہ دوسروں تک پہنچا رہا ہے، باقی تمام شریعت اس سے مراد نہیں ہے۔

۲:...... شریعت کی جو باتیں معلوم ہوں انہیں دوسروں تک پہنچانا دوسری شرط ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے، ''میری طرف سے دین لوگوں تک پہنچاؤ خواہ ایک مسئلہ ہی کیوں نہ ہو۔''❷

تبلیغ دین کے دوران یہ امید بھی رکھی جائے کہ اس سے آدمی نبی کریم ﷺ کی اس دعا کا مستحق ہوگا، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

---

❶ ابوداود: ٣٦٦٠، ترمذی: ٢٦٥٦، ابن ماجہ: ٢٣٠، ابن حبان: ٦٨٠)

❷ بخاری: ٣٤٦١۔

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ اس آدمی کو خوش وخرم رکھے جس نے ہماری ایک حدیث سنی اسے یاد کیا اور دوسروں تک پہنچا دیا۔ دین کی سمجھ رکھنے والے کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے سے زیادہ سمجھدار تک اسے پہنچاتے ہیں اور کچھ حامل علم ایسے ہوتے ہیں جو خود اسے سمجھ نہیں پاتے۔'' [1]

---

[1] ترمذی: ٢٦٥٦، ابوداؤد: ٣٦٦٠، ابن حبان: ٦٨٠.

Marfat.com

اختتامیہ

خیر خواہ و امین امت حضرت محمد ﷺ کی وصیتوں کے اختتام پر ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اسے ہر پڑھنے اور سننے والے کے لیے مفید اور باعث نصیحت بنائے، یقیناً وہ ہر کام کی کامل قدرت رکھتا ہے۔ ہم اس بلند و بالا ہستی سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں اچھا انجام اور بہتر خاتمہ نصیب فرمائے گا، جیسا کہ ہمیں امید ہے کہ ہم آپ ﷺ کی وصیتوں کو منتخب کرنے اور پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

ہمارے اس کام میں جو کچھ صحیح ہے وہ اللہ کی توفیق کے ذریعے سے ہے اور جو غلطی ہوئی وہ ہماری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بیزار ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور اس کے حضور توبہ کرتے ہیں۔

موزوں ہوگا کہ پیارے پیغمبر ﷺ کی وصیتوں کے اختتام میں بطور یاد دہانی ایک حدیث ذکر کر دی جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے وفات سے تین روز پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا "لَا یَمُوْتَنَّ أَحَدُکُمْ إِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ بِاللّٰهِ الظَّنَّ" (تمھارا خاتمہ اللہ رب العزت پر حسن ظن رکھتے ہوئے ہی ہونا چاہیے) (صحیح مسلم: ۲۸۷۷)

آخر میں ہم قارئین کرام کو اس اللہ کے سپرد کرتے ہیں جس کے سپرد کی گئی چیزیں ضائع نہیں ہوتیں۔

وآخر دعونا أن الحمد لله ربّ العالمين

وصلّى الله على نبيّنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين وسلّم

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر عبد الرحمٰن یوسف مدنی حفظہ اللہ کے قلم سے

[مطبوع]

۱: المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح (فضائل اعمال کے متعلق تمام احادیث کا مجموعہ بمعہ اردو ترجمہ)

۲: نبی ﷺ نے مسلمان بچوں کی تربیت کیسے فرمائی؟

۳: خطة الدّولة الإسلامية (عربی)

۴: تزکیہ نفس (امام ابن حزم کے تجربات زندگی)

۵: تحقیقی مقالہ برائے ایم فل و پی ایچ ڈی کی ترتیب تدوین و تیاری کے اصول

۶: حج و عمرہ کتاب و سنت کی روشنی میں

۷: حصن المسلم (مسنون دعائیں اور مستند وظائف)

۸: ڈکشنری برائے خواب کی تعبیر

۹: عقیدہ اہل السنہ والجماعہ کے اجمالی اصول

۱۰: دعوت دین کا طریقہ کار عصر حاضر کے تناظر میں

۱۱: نبی کریم ﷺ کے آخری صد ایام میں وصیتیں

[زیر طبع]

۱: فتاویٰ خواتین

۲: معین القاری لحفظ رجال البخاری (عربی)

۳: المعجم المختص بالمحدثين للذهبي (عربی) (دراسہ و تحقیق، مقالہ پی ایچ ڈی)

Marfat.com

۴: رجال سنن ابی داؤد (عربی)

۵: الإلـمام بتلخيص رفع الملام لابن تيميه (عربی) (مدینہ یونیورسٹی سے تلخیص کتاب کے مقابلہ انعام یافتہ)

[غیر مطبوع]

۱: حسن الترتيب فی الجمع بين الخلاصة والتقريب (عربی) (زیر تکمیل)

۲: رسول اللہ ﷺ کی وفات کا دل سوز تذکرہ (زیر تکمیل)

۳: التفسير المسيسر (اردو) (زیر تکمیل)

۴: التعليق المليح على مشكاة المصابيح (عربی) (زیر تکمیل)

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے آخری صد ایام کی

وصیتیں

تالیف

فضیلۃ الشیخ صالح بن عبدالرحمن الحصین رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الحاج حفظہ اللہ

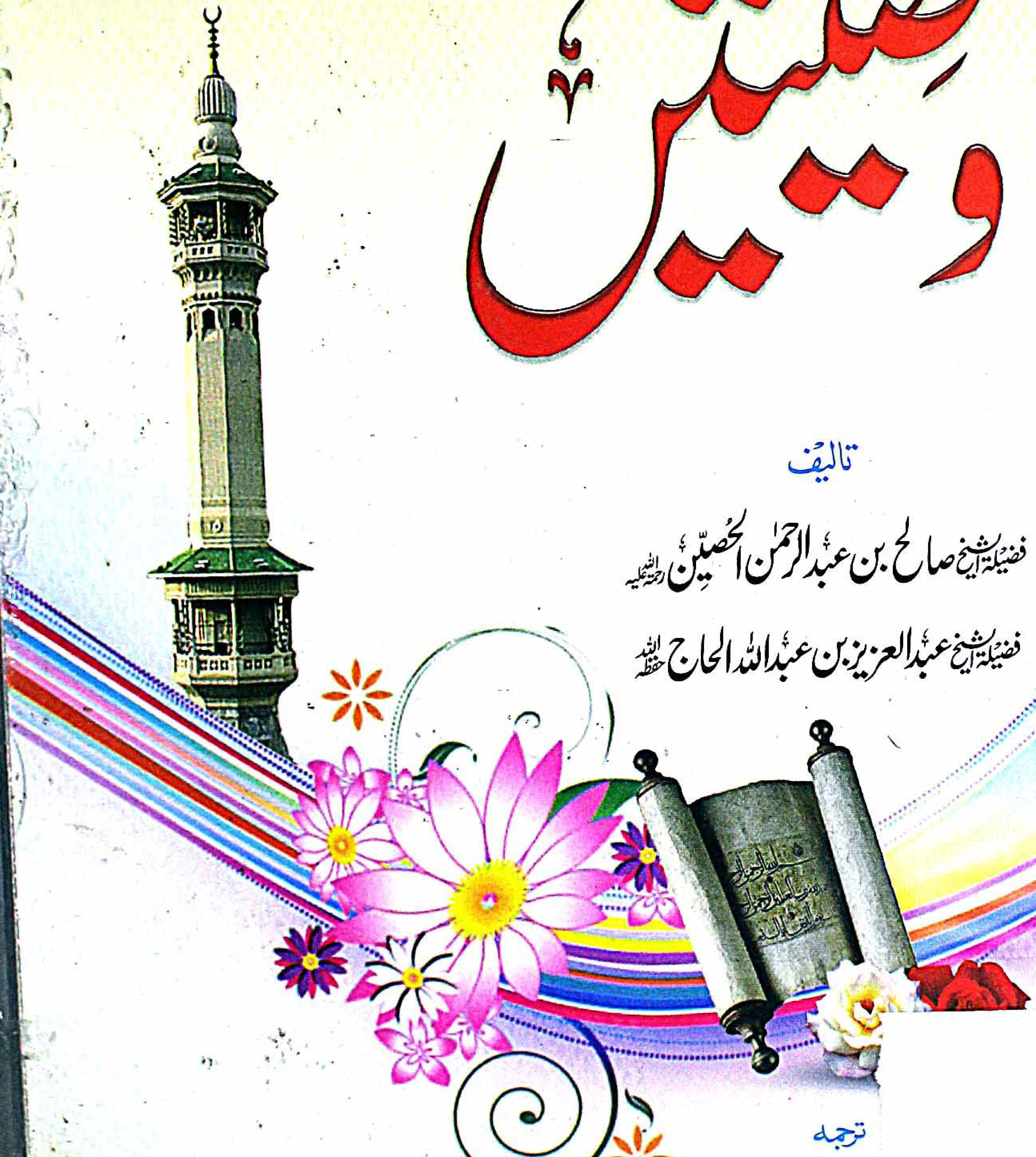

ترجمہ

... لرحمٰن یوسف مدنی

سابق پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

مکتبہ ابن تیمیہ

Marfat.com